

تَرْتِيبِ جَدِید

سلسلہ منتخبات نظم ارڈو

مناظر قدرت



محمد الیاس بنی امیہ - ال ال بی (علیگ)

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

جلد اول

باہتمام محمد نقوی خاں شردانی

مطبع مسلم یونیورسٹی ایسی سیوٹ کی گڑھیں بسعنی
ط ۱۳۴۳ھ ط ۱۹۲۵ء

قیمت ۱

(حکامہ حقوق محفوظ ہیں)

بار سوم

مناظر قدرت

جلد اول

اس سلسلہ کے چاروں سٹوں کی بارہ کتابوں کے متن کے پتے

(۱) محمد مقتدی خاں شترانی۔ علی گڑھ۔

(۲) محمد الیاس برنی۔ جام باغ۔ حیدرآباد (دکن)

(۳) شیخ مبارک علی۔ ٹھاری دروازہ۔ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تشریح ترتیب جدید

مروجہ غزلیات کی کثرت سے عموماً یہ خیال پھیل گیا ہے کہ اردو شاعری کی ساری کائنات محض حسن و عشق اور گل و بلبل کی پرانی داستان ہے مگر حقیقت سے معلوم ہوا کہ اردو میں بھی ہر رنگ کی بہتر سے بہتر نظمیں موجود ہیں۔ البتہ وہ اب تک منتشر اور غیر معروف رہیں۔ چنانچہ موجودہ انتخاب سے اس کی پوری طور پر تصدیق ہوتی ہے۔ اگر جدید تعلیم یافتہ حضرات اس سلسلہ انتخاب کو ملاحظہ فرمائیں گے تو ثابت ہو گا کہ انگریزی کی جن نیچرل نظموں پر وہ سر دھنتے ہیں

ماہم پتہ نظمیں خود ان کی اردو زبان میں موجود ہیں۔ شعرو سخن کے چمن کھلے۔
 ہیں جن کے رنگ و بو سے دل و دماغ بلکہ روح کو تفریح ہوتی ہے امید
 انتخاب کو دیکھ کر تعلیم یافتہ حضرات کے دل میں ضرور اردو شاعری کی
 نسبت پیدا ہوگی اور ان کی قدروانی و توجہ سے اردو شاعری کی ترقی کا
 بنیاد و شروع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۹۱۹ء میں اس سلسلہ کی ابتدا ہوئی جب کہ معارف ملت مناظر قدرت
 ربان فطرت کی پہلی تین جلدیں شائع ہوئیں اور پہلا سٹ کملائیں مل گئے
 مگر مجبوشی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ اچھے اچھے دیول و نقادان سخن و انتخاب
 تیب کی داد بلکہ مبارکباد دی۔ ہر طرف فرمائشوں کا تار بندھ گیا۔ اور
 وں ہاتھ کتابیں چل نکلیں۔ علاوہ بریں اکثر صوبوں کے مدارس میں کتب خانوں
 مات بلکہ درس کے واسطے بھی یہ کتابیں منظور ہو گئیں۔ اس قدر شناسی اور
 نافرمانی نے قدر تانے سٹوں کی تالیف و طبع کی رفتار تیز کر دی۔ چنانچہ
 ۱۹۲۰ء میں دوسرا سٹ شائع ہوا اور ۱۹۲۱ء میں تیسرے سٹ کے ساتھ سا
 ، دو سٹوں کے دوسرے ادیشن بھی نکل آئے۔ ۱۹۲۲ء میں یہ تینوں سٹ
 ۱۹۲۳ء میں چوتھا سٹ بھی نکل آیا۔ اس طرح پانچ سال کے اندر اندر

سلسلہ کی بارہ جلدیں شائع ہو گئیں جن میں کم و بیش دو سو قدیم و جدید شاعروں کے کلام کا انتخاب شامل تھا۔

الحمد للہ ان کتابوں نے اُمید اور توقع سے بڑھ کر ثمرت و مقبولیت حاصل کی قدیم و جدید تعلیم یافتہ سب ان کا دم بھرنے لگے۔ بڑے چھوٹے یکساں دل سے قدر کرنے لگے۔ سفر حضر میں ان کو پیش نظر رکھنے لگے۔ پڑھی لکھی ہو بیٹیوں نے تو ان کو اپنا وظیفہ بنا لیا۔ خلوت و جلوت کے لئے اچھا مشغلہ پالیا۔ آپس کے تحفے تحائف میں بھی یہ کتابیں چلنے لگیں اور گھر گھر دلچسپی اور خوش وقتی کا سامان بن گئیں۔ غرض کہ صد ہا اردو پرست گھروں نے اس سلسلہ کے معتقد بلکہ فرید ہوئے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اردو میں ایسے انتخاب کی عام و خاص کو کس درجہ ضرورت تھی۔

اس سلسلہ کی سب سے بڑی خصوصیت جس کی نظیر دوسری زبانوں میں بھی کم نظر آتی ہے ترتیب اور تقابل ہے۔ یعنی ایک ایک مضمون کے متعلق متعدد نظمیں اس طرح یکجا ترتیب دینا کہ ان کا باہم مقابلہ ہو سکے اور تقابل سے ہر ایک کے خصوصیات نمایاں ہوں اور ان کے ادبی مداح کا پتہ چلے کہ کس اعتبار سے کون سی نظم کس نظم پر فائق ہے۔ یہ طریق تقابل جس کو انگریزی میں کمپیرسٹو اسٹڈی

تشریح ترتیب جدید

تھے ہیں ادب کی تعلیم میں بہترین اور انتہائی فزہنی تربیت شمار ہوتا ہے۔ مزید برآں
 قسم کی ترتیب اردو شاعری کی وسعت اور رفت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ
 ان مضامین کی مضامین اردو شاعر کس حد تک بلند پروازی دکھا چکے ہیں
 پختہ اس سلسلہ کو دیکھ کر بہت سے منکر اور قافل اردو شاعری کے قائل بلکہ
 مذہور ہیں۔ حالاں کہ ابھی بہت کچھ پیش قدر کلام نظروں سے پوشیدہ ہے۔
 ترتیب کے علاوہ دوسری خصوصیت جس کی تفصیل تمہید میں مذکور ہے
 انتخاب میں صرف نظمیں نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بڑی ترکیبوں
 ساتھ مشہور نظموں میں سے ایسی نظمیں نکالی گئی ہیں جو بجائے خود مستقل اور
 معلوم ہوتی ہیں حالاں کہ اصلی نظموں میں ان کا شبہ گزربا بھی مشکل تھا اس
 مرحلہ پر یہ کہ ایک ہی شاعر کے متفرق اشعار یکجا ترتیب دے کر ان سے
 تبادلا اور لطیف مضامین پیدا کئے گئے ہیں جو مستقل نظموں میں نایاب
 میر تقی میر مرزا غالب اور اکبر الہ آبادی ان حضرات کے کلام میں خاص کر
 طریق کو بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے چنانچہ اس طرز کی متعدد نظمیں سلسلہ
 شریک ہیں جو اپنے طرز میں بالکل عجیب اور انوکھی معلوم ہوتی ہیں۔ ان سے
 نہ ہوتا ہے کہ سنجو دی میں شاعر کے منہ سے حقایق کے پھول جھڑتے ہوتے

تشیخ ترتیب جدید

ہیں۔ کوئی چاہے تو ان کو جمع کر کے بہترین خوشنما اور خوشبودار نگاشتے بنالے۔
 نظمیں ان ترکیبوں سے حاصل ہو چکی گئیں تو اکثر کے عنوان نادر و پھران پر
 ایسے موزوں اور جامع عنوانات لگائے گئے کہ معانی کے دریا کوزوں میں
 بند نظر آنے لگے۔ غرض کہ طرح طرح سے کوشش کی تب کہیں ایک حد تک دو
 شاعری کی چمن بندی ہو سکی۔ ورنہ اس خطہ کے سرسری رد و روں کو اکثر ایک
 خود رو جنگل کا دھوکا ہوتا تھا جس میں ان کو رنگ و بو کے پھول بھی کم نظر
 آتے تھے۔

کل مواد پہلے سے تو موجود نہ تھا۔ بتدریج فراہم ہو کر ترتیب پاتا گیا۔
 شائع ہوتا گیا۔ اس طرح چارٹ مرتب کر کے بارہ جلدیں شائع ہوئیں۔ گرچہ
 سلسلہ کی ترتیب اور تہذیب میں پوری کوشش کی گئی پھر بھی اصلاح و ترقی
 کی کافی گنجائش باقی رہ گئی مضامین کی مجاہست ترتیب کی روح رواں ہے۔
 وافر مواد مہیا ہو جانے کی بدولت جدید ترتیب میں سابق کے مقابل فحشت
 مضامین کہیں زیادہ چست اور وسیع ہو گئی ہیں۔ حتیٰ کہ ہر جلد میں ایک مستقل اور
 جداگانہ کیفیت نظر آتی ہے۔ شائع شدہ نظموں کے علاوہ بہت سی اونٹیں بھی
 شامل ہو گئی ہیں گو یا جدید ترتیب اور مزید مضامین کے ساتھ یہ بارہ جلدیں

از سر نو شائع کی جاتی ہیں اور آئندہ یہ ان کی مستقل شکل ہر گئی تفصیل ملاحظہ ہو

پہلا سٹ

معارفِ ملت

جلد اوّل - متعلق دینیات یعنی حمد، نعت، مناجات اور معرفت کی نظمیں، جن میں مین و ایمان کی خوشبو مہکتی ہے۔ صاحب ولوں اور عاشقانِ رسول کے واسطے بڑی نعمت ہے۔

جلد دوم - متعلق اسلامیات یعنی اسلام اور مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل کی تفسیریں اور تصویریں جو قلب کو گرماتی اور رُوح کو تڑپاتی ہیں۔ خاص کر واقعہ کربلا کے اہل جگر و زشتِ لبت شہداء تازہ کر دیتے ہیں۔ اسلامی مدارس کے واسطے بیش بہا تحفہ ہے۔

جلد سوم - متعلق قومیات یعنی ہندوستان کی متحدہ قومیت کے متعلق درموند اور وطن پرست شاعروں کا دل پذیر کلام جو عبرت سکھاتا اور غیرت دلاتا ہے۔ اس جلد میں چند قدیم شہر آشوب بھی قابلِ دید ہیں قومی مدارس کے واسطے بہت موزوں ہے۔

جلد چہارم۔ متعلق اخلاقیات یعنی اردو شاعری میں اخلاق و حکمت کے جوانوں
موتی جواہر یکسر پڑے تھے اور جو بہترین قومی سرمایہ ہیں فراہم
کر دیئے گئے ہیں۔ یہ جلد لڑکوں اور نوجوانوں کے واسطے قابلِ قد
تحفہ ہے۔ تمام مدارس کے واسطے یکساں مفید ہے۔

دوسرا سٹ

جذباتِ فطرت

جلد اول۔ اردو شاعری کے قافلہ سالار یعنی میر اور مرزا رفیع سودا کے کلام
کا مربوط اور جامع انتخاب خاص کر میر کے متفرق اشعار کو ترتیب
دے کر جو نازک مضامین پیدا کئے گئے ہیں وہ بہت نایاب ہیں۔
یہ کتاب بھی کالج کی اعلیٰ جماعتوں میں درس کے قابل ہے۔

جلد دوم۔ اردو کے سرمایہ ناز شاعر مرزا غالب اور اس کے خاص ہم عصر یا
خاص ہم رنگ شعرا ذوق، ظفر اور حسرت موہانی کے کلام کا انتخاب
غزلیات کے علاوہ مرزا غالب کے متفرق اشعار کی ترتیب سے جو
گوناگوں لطیف مضامین پیدا کئے گئے ہیں وہ قابلِ دید ہیں۔

یہ کتاب بھی اعلیٰ جامعتوں کے درس کے قابل ہے۔
جلد سوم۔ تقریباتیں قدیم، مستند اور با کمال شعرا کے کلام کا اعلیٰ انتخاب جو
اپنی قدامت اور جامعیت کے لحاظ سے قابل دید ہے۔
جلد چہارم۔ تقریبات جدید مشہور و مقبول شعراء کے کلام کا دلکش انتخاب۔
شاعری کے جدید دور کا اس سے خوب اندازہ ہو سکتا ہے۔

تیسرا سٹ

مناظر قدرت

جلد اول۔ متعلق اوقات یعنی صبح، شام، دن، رات، دھوپ، چاندنی،
موسم گرما، سرما، برسات اور بہار کے دلکش مناظر نظموں میں اس
خوبی سے عکس فگن ہیں کہ ان کو دیکھ کر طبیعت وجد کرنے لگتی ہے۔
نیچر پرستوں کے لئے یہ جلد قدرت کی دلفریبیوں کا بہترین رفیع ہے۔
جلد دوم۔ متعلق مقامات یعنی آسمان، زمین، پہاڑ، جنگل، میدان، دریا، یہ
باغات، شہر اور عمارات۔ شاعروں نے ان سب کی ایسی صاف
ستھری تصویریں کھینچی ہیں کہ نظمیں پڑھتے وقت گویا ہم آنکھوں سے

اُن کی سیر کر رہی ہیں۔

جلد سوم۔ متعلق نباتات و حیوانات۔ یعنی پھول پھل، کیڑے پتنگ، مٹلیاں

چڑیاں، پرندے، چرندے، چوپائے اور متفوق جانور وغیرہ۔ ان سب کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہو سکے گا کہ اُردو شاعروں نے اشعار قدرت کا کس حد تک مطالعہ کیا ہو اور شہادت میں کہاں تک جان ڈالی ہو۔

جلد چہارم۔ متعلق عمرانیات۔ یعنی ہندوستان کے تمدن، رسم و رواج، عید، تہوار، غمی شادی، میلے، ٹھیلے، صحیفیں، جلسے، کھیل، تماشے، وضع لباس، صورت، شکل، ہنسی، مذاق، بزم اور رزم، سب طرح کے حالات پیش نظر ہو کر دل کو بے چین کرتے ہیں۔ مناظر قدرت کی چاروں جلدیں زمانہ مدارس کے واسطے خاص کر بہت موزوں ہیں۔

سلسلے کی یہ بارہ جلدیں تو مستقل ہو گئیں۔ اگر آئندہ موقع ملا اور مواد فراہم ہوتا رہا تو انشاء اللہ وقتاً فوقتاً ایک ایک جلد اس سلسلہ کے تتمہ کے طور پر شائع ہوتی رہے گی۔ اور ہر جلد میں معارفِ ملت، مناظر قدرت اور جذباتِ فطرت، تیویں حصوں کے کچھ کچھ مضامین شامل رہیں گے۔ ہر حصہ کی جداگانہ جلد مرتب ہونے کا

انتظار نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ سلسلہ اس طرح جاری رہ سکا تو امید ہے کہ اردو کا بیشتر قابل قدر کلام یکجا محفوظ ہو جائے گا۔ اور شاید یقین کو بلا وقت و ستیا ہو سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

علاوہ بریں ایک فارسی انتخاب کے واسطے بھی عرصہ سے بعض محترم بزرگوں اور مخلص احباب کی فرمائش جاری ہے بلکہ اصرار تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ مہلت اور موقع شرط ہے۔ ممکن ہے کہ ایک خاص طرز کا فارسی انتخاب بھی کبھی شائع ہو کر شرف مقبولیت حاصل کرے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ

محمد الیاس برنی

{ جامع عثمانیہ جدید آباد دکن
دسمبر ۱۹۲۲ء

تمہیں

اُردو شاعری کی بھی عجب افتاد پریمی جب کہ ہندوستان میں اسلامی
حکومتوں پر تباہی کی کالی گھٹائیں چھا رہی تھیں اور گھڑی گھڑی ادبِ باری کی
بجلیاں گرتی تھیں، بزمِ سخن کی رونق اور چل پھل قابلِ دید تھی۔ خود
فرماں روئے وقت دُنیا و مینہا سے بے خبر شاعری کی دُصن میں مست تھے
شاعروں کی دیکھا دیکھی حشرات الارض کی طرح بے شمار نظم نگار نکل پڑے
آنکھوں پر مشاعرے گرم رہتے گئے اور مداحوں کی واہ وائے آسمان
سر پر اٹھالیا۔ رنگِ رلیوں کا زمانہ تھا۔ کلام بھی مشدِرتا اسی رنگ میں

رنگ گیا۔ چنانچہ اس میں حسن پرستی کا وہ ہیجان آیا اور عشق و عاشقی کا وہ طومار بندھا کہ خدا کی پناہ۔ اس زہریلے مذاق سے قوم پر کس درجہ مروتی چھائی، اخلاق و عادات کی کیا گت بنی جاہ و ثروت کس طرح خاک میں ملے یہ عبرت ناک داستان ابھی تاریخ ہند میں بیان ہونی باقی ہے۔ پھر بھی بڑی خیریت ہوئی کہ ظاہری آرائش کی کثرت سے شاعری کا اصلی حسن چھپا رہا۔ مبسٹوں اور لفظی رعایتوں نے خود ہی اس آگ کے شعلے دبا دیے۔ اگر کہیں اس رنگ میں جرات، انشا، مرزا شوق اور میاں نظیر کے طرز پر شاعری نے اپنا پورا پورا جملہ دکھایا ہو تا تو پھر قیامت تھی فحش اور مبتذل کلام سے توجہ نہ تھی۔ ان واسوختوں نے یہ معلوم کتنے نوناں جھلس ڈالے۔ البتہ اس رنگ کے متین اور مہذب کلام کو کیجئے۔ اس میں نہر لفظی اور معنوی خوبیاں سہی لیکن تاثیر جو شاعری کی جان ہے کیا اب ہے۔

اگرچہ بہت سا کلام گردشِ ایام کی نذر ہو گیا۔ تاہم اب بھی نظموں کا ایک ذخیرہ موجود ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جا بجا ایسی نظمیں بھی ملتی ہیں

جن کے پاکیزہ اور لطیف مضامین قوم کے واسطے مایہ حیات اور سرمایہ مباحثات ہیں جن کے بیان کی صفائی و حقیقت آمیزی اور جن کی زبان کی شگفتگی و بے ساختگی سے شاعری کی سحر کاریاں جلوہ گر ہیں ایسا کلام خود بخود قلب کو گرماتا اور رُوح کو تڑپاتا ہے۔ سوتوں کو جگاتا اور ڈوبتوں کو تراتا ہے، ہنستوں کو رُولاتا اور روتوں کو ہنساتا ہے۔ شاعری نے اس میں بلا کا اثر بھردیا ہے کسی عارضی اور مصنوعی ذوق کے بجائے خود انسانی فطرت اس کی مقبولیت کی ضامن ہے اور نفعیات کے دریا سے اسی کو بقاء و دوام کا فرمان ملا ہے۔

اشاعت ادب ترقی زبان اور اصلاح تمدن کی ایک عمدہ وسیلہ یہ ہے کہ خاص خاص رنگ کا شاعرانہ کلام مرتب کر کے ناظرین کے رد و برپیش کیا جائے۔ چنانچہ زندہ دل اور علم دوست قوموں میں ادبی خدمت کا یہ طریق بہت رائج اور مقبول ہے۔ آئے دن اچھے سے اچھے انتخابات شائع ہوتے رہتے ہیں اس ترکیب مطالعہ کا شوق بڑھتا ہے ذوق سلیم پیدا ہوتا ہے اور شاعری اپنا کام کر دکھاتی ہے۔

کچھ انتخابات آج کل نصاب تعلیم میں داخل ہیں بعض شاعروں کا منتخب کلام بھی شائع ہو رہا ہے۔ لیکن اب تک ایسے مسلسل اور مربوط انتخابات کا انتظار رہا جو ادبی مرقعوں کا کام دیں۔ بڑی ضرورت یہ ہے کہ شاعری کے موجودہ رجحانات اور مقامات پیش نظر ہو جائیں تاکہ جو ادیب اور شاعر اپنی ذمہ داریوں سے واقف ہوں شاعری کی اصلاح و ترقی کی معقول تجاویز سوچیں اور کارگر تدبیر اختیار کریں۔ انتخابات سے پتا چلا کہ ہماری شاعری کے بہت سے شعبے توجہ طلب ہیں۔ مثلاً اب تک وہ دین و ملت سے بیگانہ بلکہ برگشتہ رہی محمد، نعت اور مناجات جن میں کچھ خلوص و نیاز کی چاشنی ہو مشکل سے ملتی ہیں اور قومی نظمیں تو بوجہ ندرت ابھی تک تبرک بنی ہوئی ہیں۔ اسی طرح جذبات کو لیجے، اول تو ایشیائی طبیعت یوں ہی حزن پسند ہے دوسرے اردو شاعری نے قومی تنزل اور تباہی کے دور میں ہوش سنبھالا قدر تا کلام بار د اور یاس انگیز ہی دنیا کی بے ثباتی، زمانہ کی گردش، تقدیر کی بندش، فسادگی و خود فراموشی، سکون و خاموشی۔ جب راگ کا یہ سرگم ہو تو پھر ناممکن ہے کہ اسے سن کر مال و دولت اور جاہ و حشمت سے دل بیزار نہ ہو۔

شاعری کی یہ بروقت ہماری حبیبی مضحکہ اور تساہل پسند قوم کے حق میں بہت خطرناک ہے۔ کہیں خدا نخواستہ جدوجہد کے رہی سہے دلوے اور ترقی کی انگلیں پھر سرد نہ پڑ جائیں۔ اس وقت تو کچھ ایسے حارسِ نسخہ کی ضرورت ہے جس سے دلوں کی افسردگی نکلے اور لولعزمی ابھرے اور لوگوں میں گرمجوشی پھیلے۔ اس طرح گرم سرد اجزائی آئینہ نش سے خود بخود شاعری میں ایک صحت بخش اعتدال پیدا ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا قدرت کو لیجئے اس کے بے شمار عجائبات ہمیشہ سے آنکھوں کے سامنے موجود رہی لیکن ہمارے شاعروں نے کیسے اب جا کر نقاشی شروع کی ہے اور ابھی وہ زمانہ دور ہے جب کہ نیچر کی تصاویر منہ سے بولنے لگیں۔ حاصل کلام یہ کہ اردو شاعری میں گونا گوں اصلاح و ترقی کی ضرورت و گنجائش ہے اور بحالت موجودہ غالباً انگریزی شاعری اس کام میں بہت زیادہ مدد دے سکتی ہے۔

اسی ضرورت کے خیال سے خدا کا نام لے کر ہم منتخباتِ نظم اردو کا ایک باقاعدہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ مجاہدِ مضامین کے لحاظ سے اس کے تین جلد کا نہ حصے قرار پائے ہیں۔

(۱) معارفِ ملت۔ حمد، نعت، مناجات اور حشلاق و قومی نظموں کا گلدستہ۔

(۲) جذباتِ فطرت۔ سب دلوں کی کہانی چند شاعروں کی زبانی بقول غالب

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرِ دل میں ہے

(۳) مناظرِ قدرت۔ اوقات، مقامات، مخلوقات، واقعات کی دکش

تصاویر کا مرقع۔ ایسے وسیع انتخابات میں سب نظموں کا ادبی حیثیت سے ہم پلہ

ہونا نہ تو ممکن ہے اور نہ مطلوب۔ چنانچہ اساتذہ کے کلام کے پہلو بہ پہلو نوشتہ و

غیر معروف شاعروں کی طبع آزمائیاں درج ہیں۔ لیکن شاعری کے رنگ و بون سے

کوئی نظم خالی نہیں بعض نظمیں جو ادبی لحاظ سے شاید ادنیٰ خیال کی جائیں

اس لئے خاص طور پر قابلِ قدر ہیں کہ وہ پہلے پہل نئے نئے ضروری مضامین کے

صاف ستھرے خاکے بطور نمونہ پیش کرتی ہیں۔ سچ پوچھئے تو یہ بھی بڑا کام ہے۔

خدا جانے انہیں کی دیکھا دیکھی آگے چل کر سحر نگار قلم کیسی کسی انوکھی اور پیاری

تصاویر کھینچ دکھائیں علاوہ بریں ارقشاعری کی تحقیق میں بھی یہ نظمیں

ناگزیر ہوں گی۔ پھر کسی جامع انتخاب میں کیوں کر نظر انداز ہو سکتی ہیں۔ اگر کچھ

نظمیں بعض حضرات کے لطیف ادبی مذاق پر بار ہوں تو اُمید ہے کہ وہ معذرت قبول فرمائیں گے بایں ہمہ ان کی ضیافتِ طبع کے لئے اساتذہ کا بھی کافی کلام موجود ہے۔ اگر انار کے کچھ دلنے کچے ہوں تو اس سے باقی انار کی شیرینی و نطافت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

انتخاب اور ترتیب کا طریق خود مجموعوں سے ظاہر ہے۔ اصل مضمون نظم رکھ کر نظموں سے غیر ضروری اجزا نکالنا، مفید مطلب مقامات چھاننا، حسیات ان کو از سر نو ملانا یا جگہ جگہ ان کا نہ نظموں کی شکل میں لانا پھر نظموں کے موزوں عنوانات قرار دے کر ان کو مضمون و اس طرح ترتیب دینا کہ ہر نظم کا موقع محل ایک خاص موزونی اور معنی رکھتا ہو، یہ سب اہتمام کیا تب کہیں اس سلسلہ، منتخبات کا ڈول پڑا آئندہ جوں جوں موزوں کلام دستیاب ہوگا، ہر حصہ کی متعدد جلدیں بتدریج شائع کی جائیں گی جو ساخت اور ضخامت کے لحاظ سے تقریباً یکساں ہوں گی۔ اُمید ہے کہ اس طرح پر اردو شاعری کا ایک وسیع انتخاب مرتب ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جن شاعران کے کلام سے دل و دماغ بلکہ روح کو تفریح و جلا ہوتی

ہر ان کا پورا پورا شکریہ کوئی کس طرح ادا کرے۔ خدائے تعالیٰ ان کو
جزائے خیر دے۔ آمین۔

جن حضرات نے مہربانی فرما کر نظموں کی فراہمی میں مدد دی اور اس کی
طباعت وغیرہ کا حسبِ لحاظ اہتمام کیا مولف ان کا بھی بدلِ ممنون احسانِ ہر
ملک کو اُردو اور بالخصوص شاعری کو ایسے انتخابات سے جو فائدہ
پہنچے گا اُس کے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ تجربہ خود بہت جلد
ثابت کر دے گا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلِنَا مُحَمَّدٍ

محمد ایاز برنی { جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن)
جولائی ۱۹۲۳ء

مناظر قدرت

جلد اول

فہرست مضامین

ہر جلی عنوان سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے اور اُس کے
تحت میں مضامین بتجانہ درج ہیں۔

صفحہ	(۱) نور ظہور کا وقت	انیس
۳	(۲) صبح کا سماں	نفس
۴	(۳) نمود صبح	انیس
۶	(۴) ظہور صبح	انیس
۷	(۵) جلوہ سحر	جوش
۹	(۶) عبادت صبح	محسن کاکوروی

صفحہ	۱۰	اکبرالہ آبادی	نمازِ حرمین ..	پنابین (۷)
	۱۱	ذاکر	صبحِ حرمین ..	جلد ۱ (۸)
	۱۲	اسمعیل	نسیم سحر ..	(۹)
	۱۳	اوج گیاوی	نسیم سحر ..	(۱۰)
	۱۳	شوقِ قدوائی	لطف سحر ..	(۱۱)
	۱۳	اسمعیل	صبح کی آمد ..	(۱۲)
	۱۶	فلک	ترانہ بیداری ..	(۱۳)
	۱۸	محروم	ترانہ بیداری ..	(۱۴)
	۲۰	غالب	طلوع آفتاب ..	(۱۵)
	۲۱	بینظیر	طلوع آفتاب ..	(۱۶)
	۲۲	انزاد	خوشا وقتِ شام ..	(۱۷)
	۲۶	اسمعیل	شفیق ..	(۱۸)
	۲۶	اسمعیل	شام کا جھٹ پٹا ..	(۱۹)
	۲۸	انزاد	شام کی آمد اور رات کی کیفیت	(۲۰)
	۳۵	اسمعیل	رات ..	(۲۱)

صفحہ
۳۶
ترتیب
جلد

۳۶	اسمعیل	خوابِ راحت
۳۹	اسمعیل	آسمان اور ستارے
۴۱	اسمعیل	تاروں بھری رات
۴۳	اوج گیاوی	چاندنی
۴۴	جیدیاں سکینہ	چاندنی رات
۴۶	عزیز	لطفِ شب
۴۷	بنظیر	ماہتاب
۴۸	بنظیر	چاندنی رات
۴۹	بنظیر	چاندنی کی بہار
۵۰	بنظیر	تارے
۵۲	بنظیر	پچھلی رات
۵۳	بنظیر	ڈھلتی رات
۵۴	بنظیر	نوبتِ صبح
۵۶	بنظیر	سپیدہ سحر
۵۸	بنظیر	بہارِ صبح

صفحہ ۶۰	بنیظیر	مضامین (۳۶) طلوع آفتاب
۶۰	سید عمار حسین	جلد ۱ صبح کی چل پل (۳۸)
۶۱	اسمعیل	(۳۹) گرمی کا موسم
۶۲	سودا	(۴۰) گرمی کی شکایت
۶۳	ہادی	(۴۱) گرمی کا موسم
۶۴	انیس	(۴۲) گرمی کی شدت
۶۵	عاشق	(۴۳) گرما
۶۶	بنیظیر	(۴۴) گرما
۶۷	انزاد	(۴۵) شب گرما
۶۹	ہادی	(۴۶) آندھی
۷۱	حالی	(۴۷) گرمی کا موسم
۷۳	بنیظیر	(۴۸) آندھی
۷۴	نشاط	(۴۹) نمود ابر
۷۵	بنیظیر	(۵۰) آمد ابر
۷۶	بنیظیر	(۵۱) روانی ابر

صفحہ مضامین
۶۶

جلد

۵۳	رواق بارش	بینظیر	۶۶
۵۳	برکھارت	حالی	۶۹
۵۴	برکھارت	عذیل کنتوری	۸۲
۵۵	برسات	اسمعیل	۸۳
۵۶	برسات	جلال مراد آبادی	۸۴
۵۷	بارش	ظفر علی خان	۸۵
۵۸	فضائے برشنگال	سرو جہان آبادی	۸۶
۵۹	فضائے برشنگال	امیر	۸۶
۶۰	ابر کی آمد	انشا	۸۷
۶۱	ابر کرم	انزاد	۸۸
۶۲	برسات	عب	۹۰
۶۳	لطف برشنگال	شرر	۹۰
۶۴	برق باران	ہادی	۹۱
۶۵	برسات	نہال عظیم آبادی	۹۲
۶۶	برسات	سحر	۹۳

صفحہ	میر	برسات (۶۷)	نہایتین جلد
۹۴	طور	برسات (۶۸)	
۹۵	حامد	برسات (۶۹)	
۹۶	اوج	برسات (۷۰)	
۹۷	حسرت شروانی	برسات (۷۱)	
۹۸	فقیر	-	برسات (۷۲)	
۹۹	عاشق	-	برسات کی بہار (۷۳)	
۱۰۰	ہادی	جوش بارش (۷۴)	
۱۰۱	میر	کثرت بارش (۷۵)	
۱۰۲	بینظیر	بادل کا کھلنا (۷۶)	
۱۰۳	شوق قدوائی	بادل کا پھٹنا (۷۷)	
۱۰۴	شوق قدوائی	-	برسات کی شام (۷۸)	
۱۰۵	انرا د	-	شب ابر (۷۹)	
۱۰۶	بینظیر	سوزِ فرقت اور شبِ ابر (۸۰)	
۱۰۷	حالی	-	برکھارت اور پردیس (۸۱)	

صفحہ ۱۱۲
بضامین
جلد

۱۱۲	نظیر	۸۲	برسات کے عیش و رنج
۱۱۴	حسرت موہانی	۸۳	برسات کی اُنک
۱۱۵	اسمعیل	۸۴	خشک سالی
۱۱۶	بنیظیر	۸۵	اوائل سرما
۱۱۷	سودا	۸۶	شدت سرما
۱۲۱	انزاد	۸۷	شبِ سرما
۱۲۳	بنیظیر	۸۸	موسمِ سرما
۱۲۵	وجاہت	۸۹	جاڑے کی بارش
۱۲۶	میر	۹۰	کھڑا
۱۲۷	انزاد	۹۱	کھڑا
۱۲۸	بنیظیر	۹۲	دوپہرِ سرما
۱۲۹	بنیظیر	۹۳	سہ پہرِ سرما
۱۳۰	نظیر	۹۴	جاڑے کی بہار
۱۳۱	بنیظیر	۹۵	فصلِ سرما
۱۳۲	انزاد	۹۶	موسمِ خزاں

صفحه	نظمین	آفت خزاں	نظیر	۱۳۳
	جلد	آمد بهار	غالب	۱۳۴
		آمد بهار	شوق قدوائی	۱۳۵
		آمد بهار	نسیم کهنوی	۱۳۸
		عروس بهار	صادق	۱۳۹
		جسوس بهار	انشا	۱۴۱
		صبح بهار	اوج گیای	۱۴۲
		لطف بهار	مُبَارک	۱۴۳
		کیفیت بهار	انشا	۱۴۵
		جوشن بهار	آتش	۱۴۶
		موسم بهار	سودا	۱۴۶
		بهار	بنظیر	۱۴۷
		بهار	میر	۱۴۸
		بهار	بنظیر	۱۴۹
		باد مراد	اسمعیل	۱۵۲

مناظر قدرت

جلد اول

غلط نامہ

صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ	صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ
دار بست	دار بست	۹	۶۲	مغز تابوت	مغز تابوت	۷	۱۰
اس کے آتے ہیں	اس کے تپیں	۱۱	۶۹	چھماتی	چھماتی	۵	۱۵
کھول	کھول	۲	۷۱	فوش آوازیاں بولتے	فوش آوازیاں بولتے	۱۱	۲۳
دم کو گرائے	دم کو گرائے	۱۲	۸۲	بھی کھاتے	بھی کھاتے	۱۵	۳۱
غمان	اعمال	۶	۸۵	باد مراد	باد مراد	۱۳	۳۳
نوع و سان	نوع و سان	۲	۸۷	دل کو	دل کو	۱۳	۳۳
لکھ جائے	لکھ رہا ہے	۱۰	۸۷	اس کا بی دھیان	اس کا دھیان	۴	۳۴
لہر مارتا	لہر مارتا	۱	۸۹	چھائی	چھائی	۴	۳۵
سبز زار	سبز زار	۱	۸۹	سائے میں	ساری زمین	۹	۴۸
کن دلوں	کن دنوں	۱۵	۸۹	ماند ہونے لگے	ماند ہونے لگے	۱۲	۵۳
چھلیں	چھلی	۸	۱۰۲	بستی	بستی	۹	۵۹

صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط
ہل چل	ل چل	۱۱	۱۲۰	اب دہ چند	آب دہ چند	۶	۱۱۸
مست	ست	۹	۱۲۵	بھرتی پھرتی ہے	پھرتی پھرتی ہے	۸	۱۱۸
یار سے	بارے	۱۰	۱۲۶	برنی چھٹ	ربرنی چھٹ	۶	۱۲۰
ہزاروں	ہزارد	۳	۱۵۰	ہوا چلتی ہے	ہوا چلتی ہے	۶	۱۲۵
ہوئے عجیب	ہوایا عجیب	۳	۱۵۱	کڑا کر	کڑا کر	۱۰	۱۳۰
ترے ہے مثل	ترے مثل	۱	۱۵۵	کو لے	گو لے	۱۱	۱۳۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مناظر قدرت

جلد اول

نور ظہور کا وقت

وہ صبح اور وہ چھانوتاروں کی اور وہ تو دیکھے تو غش کرے ارنی گئے ابوح طور
پیدا گلوں سے قدرت اللہ کا ظہور وہ جا بجا دختوں پہ تسبیح خواں طہور
گلشن نخل تھے وادی مینو اس سے
جنگل تھا سب سا ہوا پھولوں کی باس سے

ٹھنڈی ہوا وہ سبزہ صحرائی دیکھ کر
شرائے جس سے طلس رنگاری فلک
جلد وہ جھومنا درختوں کا پھولوں کی ہنک
ہر برگ گل یہ قطرہ شبیم کی وہ چمک
ہیرے نخل تھے گوہر کی تانے تھے
پتے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

وہ نور اور وہ دشت سہانا سا وہ فضا
درج کبک تیر و طاؤس کی صدا
وہ جوش گل وہ نالہ عرفان خوش نوا
سردی جگر کو بخشی تھی صبح کی ہوا
پھولوں کے سبز سبز سرخ پوش تھے
تھلے بھی نخل کے سید گل فروش تھے

وہ دشت نسیم کے جھونکے وہ بنہ زار
پھولوں پہ جا بجا وہ گہرے آبدار
اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بار بار
بالائی نخل ایک جو کبیل تو گل ہزار
خواباں تھے زہر گلشن زہرا جواب کے
شبیم نے بھر دیئے تھے کٹوے گلاب کے

وہ قمریوں کا جیاطرف سرد کے ہجوم
کو کو کا شور نالہ حق سترہ کی دھوم
سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم
جاری تھے وہ جو اس کی عبادت تھی ہجوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے رب عطا کی مدح
ہر خار کو بھی نوکِ زباں تھی خدا کی مدح
انیس

جلد

۲۔ صبح کا سماں

وہ سماں مُشت کا وہ نور کا ترکا وہ بہار صنعت صانع قدرت کا وہ تھا نقش و نگار
وہ جس میں لاتی تھی خوشبو و گل و صورت ہزار کبھی شاخوں کا وہ جھکنا کبھی اٹھنا ہر بار
شان دکھلانے کو جو نخل تھا آمادہ تھا

زلف سنبھل بھی سنوائے ہوئے استادہ تھا

سبز چھ جس سے نخل رنگ سپر خضر موتی پھسلے ہوئے شبنم کے اُدھر اور اُدھر
سرد نہریں کہ جنہیں دیکھ کے ٹھنڈا ہو جگر وہ جابوں کی چمک جیسے فلک پر اختر
بڑھ کے پنچوں کے دہن مرغِ جنتِ موتی تھے

قمریاں بولتی تھیں سر دسہی جھومتے تھے

گلِ شبنو کی سحر کو وہ بہار ایک طرف جلوہ گرا ایک طرف برگِ تو بار ایک طرف
روشنوں پر وہ صنوبر کی قطار ایک طرف ڈالیاں پہنے ہوئے پھولوں کے ہار ایک طرف

خرم و تازہ و تر و دشت بھی گلزار بھی تھا

تر زباں ذکرِ الہی میں ہر ایک خارج بھی تھا

شیخ و پروانہ کا وہ سوز و گداز ایک طرف بیل و گل میں نئے راز و نیاز ایک طرف

طوطی تیز زبان نغمہ طرازی ایک طرف چمنستان کے حسینوں کا وہ نازا ایک طرف

جلد

نور ہنگامِ محسوس دیکھ کے خورسند کوئی

کوئی خداں تھا جن میں تو شکر خدا کوئی

تھانیا حسن جو باغوں کا تہِ چرخ کس ہر طرف قص کناس پھرتے تھو طائرِ چمن

جب چٹکنے میں ہنسے غنچہ دُسرین و سمن جاگ اٹھا سبزہ خواہ یہ میانِ گلشن

پھول کو سمجھی تھی آنکھوں کا جو تارا نرس

کر رہی تھی چمنستان کا نظم را نرس

تھا ہر ایک صحنِ چمن طعنہ زن چرخ بریں جا بجا تازہ دہ خوشے کہ خجل ہو رہیں

خاک پر فرشِ گلوں کا وہ نہالوں کو ترس تھی یہ بالیدہ کہ پھولوں نہ سمانی تھی نہیں

رنگِ نازک جو ہر اک گل کی کلی رکھتی تھی

پھونک کر پاؤں نسیمِ سحری رکھتی تھی

نفیس

۳۔ نمودِ صبح

ٹپے کر چکا جو منزلِ تب کا روانِ صبح ہونے لگا آفت سے ہوید انسانِ صبح

گردوں سے کچھ کرنے لگے اخترانِ صبح ہر سو ہوئی بلند صدائے اذانِ صبح
 جلد
 پنہاں نظر سے رستے شبِ تار ہو گیا
 عالمِ تمام مطلعِ انور ہو گیا

یوں گلشنِ فلک سے تارے ہوئے رداں چھتے یمن سے پیولوں کو جس طرح باغیاں
 آئی بباریں گلِ مہتاب پر نزاں فرجہا کے گر گئے ثروشنِ کمکشاں
 دکھلائے طورِ بادِ سحر نے سموم کے
 پژمردہ ہو کے رہ گئے غنچے نجوم کے

چھپنا وہ ماہِ تاب کا وہ نور کا ظہور یا دِ خدا میں زمزمہ پر وازی طیور
 وہ رونق اور وہ سرد ہوا وہ فضا وہ نور خشکی ہو جس سے چشم کو اور قلب کو سرد
 انساں زمیں پہ محو ملک آسمان پہ
 جاری تھا ذکرِ قدرتِ حق ہر زبان پر

وہ سُرخِ شفق کی ادھر چرخ پر ببار وہ بار و درخت وہ صحرا وہ سبزہ زار
 شبنم کے وہ گول پہ گہر ہائے آبدار پیولوں سے سب بھرا ہوا دامنِ کوہِ سار
 نانے گلے ہوئے وہ گلوں کی شمیم کے
 آتے تھے سرد سرد وہ جھونکے نسیم کے
 انہیں

۴۔ ظہورِ صبح

جلد

بھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح گلزارِ شبِ خزاں ہوا آئی بہارِ صبح
کرنے لگا فلک زراِ نجمِ نثارِ صبح سرگرم ذکرِ حق ہوئے طاعتِ گزارِ صبح
تھا چرخِ اخضرِ یہ یہ رنگِ آفتاب کا

کھلتا ہو جیسے پھولِ جن میں گلاب کا
چلنا وہ بادِ صبح کے جھوکوں کا دمدم درغانِ باغ کی وہ خوش لہانیاں ہم
وہ آبِ تاب نہروہ موجوں کا پیچ و خم سردی ہو ایں پر نہ زیادہ بہت کم
کھا کھا کے اوس اور بھی بسترہ ہرا ہوا

تھا موتیوں سے دامنِ صحرے بھرا ہوا
وہ صبحِ نور اور وہ صحرے بسترہ زار تھی طائروں کے غولِ رختوں سے بے شمار
چلتا نسیمِ صبح کا رہ رہ کے بار بار کو کو وہ قمریوں کی دھڑا دھڑا کی پکار
دلتے دیکھے باغِ بہشتِ نعیم کے

ہر سو رواں تھے دشت میں کھجور کے نعیم کے
آمد وہ آفتاب کی وہ صبح کا سماں تھا جس کی صوف سے وجد میں دُوسِ آسمان

ذروں کی روشنی میں ستاروں کا تماگاہ
نہرِ فراط بیچ میں تھی مثلِ کمکشاں
ہر نخل پر ضیائے سر کوہِ طور تھی
گویا فلک سے بارشِ بارانِ نور تھی

انیس

۵۔ جلوہ رخ

کیا روحِ فزا جلوہ رخِ رخسار ہے
کشمیرِ دل زار ہے فردوسِ نظر ہے
ہر بھول کا چہرہ عرقِ حسن سے تر ہے
ہر چیز میں اک بات ہی شے میں اثر ہے
ہر سمت بھڑکتا ہے رخِ حور کا شعلہ
ہر ذرہ ناپیڑ میں ہے طور کا شعلہ
لرزش وہ ستاروں کی وہ ذرعوں کا تبسم
چشموں کا وہ ہنا کہ فدا جن پہ ترغم
گردوں پہ پیدایِ دسیاہی کا تصادم
طوفانِ وہ جلووں کا وہ نغموں کا تلاطم
اُٹتے ہوئے گیسو وہ نسیمِ سحری کے
شانوں پہ پریشاں ہیں یا بالِ پری کے
وہ پھلنا خوشبو کا وہ کیوں کا چٹکنا
وہ چاندنی مدہم، وہ سمند کا جھلکنا

وہ چھاؤں میں تاروں کی گئی کا ملنا وہ جھومنا سبزہ کا، وہ کھیتوں کا ملنا
شاخوں سے ملی جاتی ہیں شاخیں وہ اترتے

کستی ہے نسیم سحری عہد سحر ہے

ننگی وہ بیاباں کی، وہ رنگینی صحرا وہ دادی سرسبز وہ تالابِ مصفا
پیشانی گردوں پہ وہ ہنستا ہوا تارا وہ راستے جنگل میں وہ ہتا ہوا ویرا

برست گلستان میں وہ انبار گلوں کے

شبِ نسیم سے وہ دھوئے ہوئے رخسار گلوں کے

وہ رُخ میں انوارِ خدا صبح وہ صادق وہ حُسن جسے دیکھ کے ہر آنکھ ہو عاشق

وہ سادگی انسان کی فطرت کے مطابق زین وہ اُفتخِ نور سے لبریز وہ مشرق

وہ نعمۂ داؤد پرندوں کی صلہ میں

پیراہنِ یوسف کی وہ تاثیر ہوا میں!

وہ برگِ گلِ تازہ، وہ شبِ نسیم کی لطافت اک حُسنِ سج وہ خندہ سامانِ حقیقت

وہ جلوہ اصنام، وہ بتخانہ کی زینت زاہد کا وہ منظر وہ بہمن کی صباحت

ناقوس کے سینہ سے صدائیں فغاں کی

وہ حمدیں ڈوبی ہوئی آواز اداں کی

آقا کا غلاموں سے یہ ہو قرب کا ہنگام
دل ہٹتے ہیں سرشار فقاہوتے ہیں لام
پہچا جاتی ہے رحمت تو برس پیتے ہیں انعام
اس وقت کسی طرح مناسب نہیں آرام
روئے میں جولت ہو تو آہوں میں خزا
اے روح! خودی "چھوڑ کہ نزدیک خدا ہو!!

جوش

۶۔ عبادت صبح

کیفیت وحی میں ہے بلبل
ہر وقت نزولِ مصحفِ گل
سبزہ ہے کنارِ آبِ جوی پر
یا خضر ہے مستعد و ضو پر
نوبت ہے صدائے قمریاں کی
تیار ہی ہے باغ میں اداں کی
محبوبہ فاختہ ہے
قد قامتِ سروِ دلربا ہے
اک شاخِ رکوع میں رُکی ہے
اور دوسری سجدی میں ٹھکی ہے
سوسن کی زبان پر مناجات
جاری لبِ جو سے الحیات
پہیلی ہوئی بونے گل چین میں
اور صلِ علی کا گل چین میں
غنچے میں ہے خامشی کا عالم
یا صومِ سکوت میں ہے مریم

کیاری ہر لک اعمکاف میں ہے اور آب رواں طواف میں ہے
 سالک ہر چین میں نہر موزوں مجذوب ہے شاخِ بدِ مجبول
 ہی صوفی صاف دل صنوبر تحریک نسیم حالت آور
 بجادہ بدوش لالہ کیسو مکیو شب زندہ دار شبو
 ہی استغراق نیلو فرکو پاسِ انفس اس ہے سحر کو
 ہر شمع خموش فکر میں ہی ہر طائر شوخ ذکر میں ہی

وحدت ہی چین میں مغز تابوت

صادق ہی بہار پر ہمہ اوست

محسن کاکوڑی

۷۔ تارِ چین

بہار آئی کھلے گل زیبِ صحنِ بوستانِ موکر عنادل نے بچائی دھوم سرگرمِ فغانِ موکر
 بچا فرشِ زمرہ اہتمامِ سبزہ تر میں چلی ستانہ دوشِ بادِ صبا غیرِ فغانِ موکر
 عروجِ نشہ نشو و نما سے ڈالیاں جھوٹی ترانے گائے مرقانِ چین و شادمانِ موکر
 بلایں شاخِ گل کی ہیں نسیم صبح گاہی تے ہوئیں کیاں تنگستہ روئے رنگینِ بیاں موکر

جوانانِ حین نے اپنا اپنا رنگ دکھلایا
 کسی نے یا من ہو کر کسی نے ارغوان بھو کر
 کیا پھولوں کی شبنم سے وضو صحنِ گلستاں میں
 صدائے نغمہ بلبُل اُٹھی باغبانِ اداں ہو کر
 ہوائِ شوق میں شاخیں جھکیں خالق کے سجدہ کو
 ہوئی تسبیح میں مصروف ہر تپتی زبان ہو کر
 زبانِ برگِ گل نے کی دعا رنگین عمارت میں
 خدا سر سبز رکھے اس حین کو تہِ زبان ہو کر

اکبر الہ آبادی

۸۔ صبحِ حین

وہ جلوہ گری ہنس پر نور
 تاریکی شب ہو جس سے کافور
 آغازِ سپیدہٴ سحر کا
 فقی ہونا وہ تپسہٴ قمر کا
 وہ رنگِ نشفِ افق سے پیدا
 ہو تختِ گل کا جس پہ دھوکا
 وہ بادِ نسیمِ دھیمی دھیمی
 وہ موجِ شمیمِ بھینی بھینی
 ہر ایک نہالِ باغِ گل پوش
 پھرتی ہے ہوا حین میں مدہوش
 قدرت کی یہ ہے شگوفہٴ کاری
 کرتے ہیں طیورِ حمد باری
 ہر شاخِ حین ہری بھری ہے
 گویا کہ حینِ انیس پری ہے

ماظ قدرت

بادِ سحری وہ عطر آگیں سرگوشی غنچہ ہائے رنگیں
سبزہ وہ چین میں دعائی دعائی وہ خندہ گل وہ رست سہانی
نافہ ہے خستن کا ہر شگوفہ ہر مشکِ فشاں ہر ایک بوٹا
شبنم سے بھرا ہے لالہ تر لبریز ہے یا کہ حباہمِ احر
وہ آہوئے دشتِ محو جولاں وہ فرطِ طرب سے مورِ قصاں

ہر سمتِ طیور میں شنِ خواں
اشجار میں حمدِ حق میں جنباں

ذاکر

۹- نسیم سحر

ہونے کو صبحِ آنی تو ٹھنڈی ہوا چلی کیا دھیمی دھیمی چال سی یہ خوش اد چلی
ارادیا ہر کھیت کو ملتی ہیں بالیاں پونے بھی جھومتے ہیں لچکتی ڈالیاں
پھلوار یوں میں تازہ شگونی کھلا چلی
سویا ہوا تھا سبزہ اسے تو جگا چلی

اسمعیل

۱۰۔ نسیمِ سحر

اے نسیمِ روح پرور اے خوشگوار
 کیسی متوالی ہے تیری چال میں تجھ پر نثار
 ہر روش پر لغزشِ ستانہ سر رکھنا قدم
 اور وہ اٹھلا کے چلا شوخیوں سیار
 تیری آنے کی خوشی میں قطرہ شبنم نسیم
 گو ہر نایاب بن کر مٹتے ہیں تجھ پر نثار
 سبز شاخوں میں تیری خیر مقدم کو طیو
 در حباب ہلا و سہلا کی ہر ہر سو سے پکار
 اے نسیم صبح بیشک رونق گلشن ہے تو
 تیری ہی دم سے ہو وابستہ گلستاں کی بار

اجح گیا دی

۱۱۔ لطیفِ سحر

وہ دن کے لیے سرد کا وقت
 وہ لطیفِ سحر وہ نور کا وقت
 آہستہ نسیم کا وہ حلیہ
 سو بوج کا وہ آڑ سے نکلتا
 شفاف وہ آبِ جو حین کی
 بھینی بھینی وہ بوجِ حین کی
 مٹھ مٹھو لوں کو دھو گئی ہوشیہ
 بزم کو بگو گئی ہے شبنم

نوکوں پہ جو قطرے تم گئے ہیں دل نے موتی کے جم گئے ہیں
کلیوں سے لکیر سی ہویدا کچھ قصہ تبسم اُن سے پیدا
دل کو جو بھیا رنگ دینے
اوجس کشش یہ دی ہو تو نے

جدا

شوق قدوائی

۱۲۔ صبح کی آمد

خبروں کر آنے کی میں لا رہی ہوں اجالا زمانہ میں پھیلا رہی ہوں
بہار اپنی مشرق سے دکھلا رہی ہوں پکڑے گلے صاف چلا رہی ہوں
اٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

میں سب کا رہوار کے ساتھ آئی میں فقاہ گفہار کے ساتھ آئی
میں باجوں کی جھنکار کے ساتھ آئی میں چڑیوں کی چمکار کے ساتھ آئی
اٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

اذاں پر اذاں مرغِ نینے لگا ہی خوشی سے ہر اک جانور بولتا ہی
درختوں کے اوپر عجیب چھپا ہی سہانا ہی وقت اور ٹھنڈی ہی

جلد

اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

یہ چڑیاں جو پیروں میں غمجاتی ادھر سے ادھر اڑنے کے ہیں آتی جاتی
دُموں کو ہلاتی پردوں کو پھلاتی مری آمد آمد کے ہیں گیت گاتی

اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

جو طوطوں نے باغوں میں ٹہریں تو بیل بھی گلشن میں ہی چھائی
اور اونچی متدیرواق شاہاں بھی گاتی میں سو سو طرح سے رہی ہوں ہائی

اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

ہر اک باغ کو میں نے ہکا دیا ہے نسیم صبا کو بھی لہکا دیا ہے
جہن بسج پھولوں سے دہکا دیا ہے مگر نیند نے تم کو بہکا دیا ہے

اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

ہوئی مجھ سے رونق پہاڑ اور میں ہر اک ملک میں دس میں اور وطن میں
کھلاتی ہوئی پھول آئی جہن میں بجھاتی حبلی شمع کو انجمن میں

اُٹھو سونے والو کہ میں آ رہی ہوں

جو اس وقت جنگل کی پوٹی جڑی ہے سودہ نو لکھا ہار پہنے کھڑی ہے
عجبت سما ہے عجب یہ کھڑی ہے کہ پچھلے کی ٹنڈک سے شبنم پڑی ہے

اٹھوسونے والو کہ میں آرہی ہوں
ہر نچوٹک اٹھے چوڑی بھر رہی ہیں
کلوں ہر اک کھیت میں رہی ہیں
ندی کے کنارے کھڑی چر رہی ہیں
غرض میری جلوس پہ سب رہی ہیں
اٹھوسونے والو کہ میں آرہی ہوں

میں تان کی جیاں آن پہنچیاں تک
زمین سے ہی جلوس مرا آسمان تک
مجھے پاؤں گے دیکھتے ہو جہاں تک
کرو گے بھلا کاہلی تم کہاں تک
اٹھوسونے والو کہ میں آرہی ہوں

پوجاری کو مندر کے میں نے جگایا
مؤذن کو مسجد کے میں نے اٹھایا
بھٹے مسافر کو رستہ بتایا
اندھیرا گھٹایا اُصا لا بڑھایا
اٹھوسونے والو کہ میں آرہی ہوں

لدی قافلوں کے بھی منزل سے ڈیرے
کسانوں کی بل چل پٹے منہ اندھیرے
چلے جال کندھوں پہ لے کر ٹھیرے
دلدرہے دور آنے سے میرے
اٹھوسونے والو کہ میں آرہی ہوں

گل اور طنبور سنکھ اور نوبت
بجانے لگے اپنی اپنی سمی گت
پہلی تو پہلی دن کی حضرت سلامت
نہیں خوب غفلت نہیں غفلت

جلد اول

اُٹھو سوئے والو کہ میں آ رہی ہوں
لو ہشیار ہو جاؤ اور آنکھ کھولو نہ لو کہ وہیں اور نہ بستر ٹٹولو
خدا کو کرو یاد اور منہ سے بولو بس اب خیر سزا ٹھہرے منہ ہاتھ ہولو
اُٹھو سوئے والو کہ میں آ رہی ہوں

اسمعیل

۱۳۔ ترانہ بیاداری

جاگو جاگو پیار سے جاگو	میری آنکھ کے تارے جاگو
جاگو جاگیں چڑیاں کب کی	بیت چکی ہیں گھڑیاں شب کی
شمع بجادی بادِ صبا نے	کلی کھلا دی بادِ سحر نے
مسجد میں آوازِ اذان ہے	گوشہ مشرق نورِ نشان ہے
چھڑی بھیریوں مرغِ سحر کی	سنستے ہو آوازِ گجر کی
شبِ نیم موتی وار رہی ہے	منہ پر چھینٹے مار رہی ہے
گو نکتے ہیں زبورِ کنول پر	سورج کا ہے نورِ کنول پر
چمکا مرے عالم آرا	بدلا اُجالے سے اندھیارا

آنکھیں کھولو نکھیں کھولو
جاگو پیائے ہفالو دھولو

جلد ۱

فلک

۱۲۔ ترانہ بیداری

دھیان کدھر ہی سونے والو	وقت سحر ہی سونے والو
لطف سحر کو کھونے والو	جاگو نیند کے اے متوالو
غفلت کیسی سونا کیسا	جاگ اٹھا ہی پتہ پتہ
نکبت تر کے جھونکے آئے	باد سحر کے جھونکے آئے
اٹھو نکھیں مل کر دیکھو	جاگو پسلو بدل کر دیکھو

صلی علیٰ یہ نور کا عالم

ہر ذرے پر طور کا عالم

نغمے جن کے جان چین ہیں	تازہ نوا مرغان چین ہیں
اڑنے کو پر کھول رہے ہیں	ٹیٹھی بولی بول رہے ہیں
حمد خدا کی گیت ہیں گاتے	وجد میں ہیں سب آتے جاتے

جلد

گلشن میں جو نہر ہے جاری کرتی ہے سجدہ خالق باری
نخل کھڑے ہیں سر کو جھکائے دستِ دعا شاخوں نے اٹھائے

محو یا خدا ہی سبزہ سبز سجود پڑا ہے سبزہ
شاخ پیلبل زمزمہ خواں ہے خاک پہ سنبل سجدہ کتنا ہے

جاگو یا خدا کی گھڑی ہی

وقتِ نماز دعا کی گھڑی ہی

شور اٹھانا تو سن اداں کا وقت نہیں یہ خوابِ گراں کا

عابد شیخ برہن جاگے جانبِ مسجد مندر بھاگے

عارف زاہد اور پجاری نیند نہیں ہے جن کو پیاری

نیند سے پیاری یا خدا ہی یاد خدا میں جن کو مزا ہی

محفلِ راز میں جا کر بیٹھے

دل کو جہاں سے اٹھا کر بیٹھے

کیوں کہ یہ عالم دارق نہ ہی اس میں سداکب کوئی رہا ہی

تو ہی مسافر اس دنیا میں جیسے رہو اترے سر میں

وقتِ سحر گہر رہو سوئے غفلت میں گر وقت کو کھوئے

چلنے سے ہو کر وہ غافل کھوٹی کرے گا اپنی منزل
تجھ کو بھی درپیش سفر ہی
جاگ اٹھ جاگ اٹھ وقت سحر ہی

جلد

محرم

ہاٹلوع آفتاب

صبح دم دروازہ خفا در کھلا مہر عالم تاب کا منظر کھلا
خسرو انجم کے آیا صرف میں شب کو تھا گنجینہ گوہر کھلا
وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود صبح کو رازِ مہر خستہ کھلا
ہیں کو اک کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں دھوکا یہ باز گیر کھلا
سطح گرد و بچ پڑا تھارات کو موتیوں کا ہر طرف زیور کھلا

صبح آیا جانبِ مشرقِ نظر
اک نگاہِ تیشیں رخ سر کھلا

غالب

۱۶۔ طلع آفتاب

جلد ۱

ہجواب دھوپ کا عکس کسار پر
تری اوس کی دھوپ کھونے لگی
شعاعیں چمکتی ہیں اشجار پر
ہوا بھی زور اگرم ہونے لگی
پرندے زمیں پر اترنے لگے
ہرن کھل کے خبگل میں چپنے لگو
اُڑے کھول کر قاز و سرخاب پڑ
وہ کھیتوں میں جڑیاں بھی آنے لگیں
گرے مرغِ آبی وہ تالاب پر
وہ چن چن کے دانے اٹھانے لگیں
ہوئے لوگ مصروف کار جہاں
رطوبت لگی اُڑنے بن کر بنار
مگر شہر میں یہ نہیں آب و تاب،
کہ ٹیلوں کی ہواٹ میں آفتاب
بلندی پہ کچھ دھوپ آنے لگی
وہ کلسوں پہ سونا چڑھانے لگی

منڈیروں پہ کچھ کچھ جھلکنے لگی
اتر کر وہ در پر یہ جھلکنے لگی

۱۰ خوشا وقتِ شام

جلد

خدا کی نظر آر ہی شان ہے سہانا سا اک سبز میدان ہے
 ہوا سے جو سبزہ ہے لہرا رہا تو ہے دیکھنے سے مزہ آ رہا
 ہری گھاس وہ لہلاتی ہوئی ہوا لوٹ کر لہکھاتی ہوئی
 کوئی دل جو مٹی میں ہی مل گیا تو ایک آدھ گل ہی کیس کھل گیا
 وہیں ایک پہلو میں تالاب ہی کہ دن دھوپ اور رات مہتاب ہے
 یہ سبزی اسی کے سہائے پہ ہی درختوں کا جھرمٹ کنائے پہ ہی
 لبِ آب جو ہیں شجر جھومبے وہ ہیں جھک کر پانی کا منہ چمبے
 سماں آج کل ہے گایر سات کا مرادوں کا ہی لطف ہر رات کا
 درخت اک جگہ ہیں جو چھائے ہوئے ہوا دار بنگلے بنائے ہوئے
 تو اک چھوٹے ٹٹے کے زوہاں کن جگہ خوب موقع کی پہچان کن
 رکھا سامنے اپنے جزوان ہی ورق پر لگائے ہوئے دھیان ہی
 بہت لکھنے پڑھنے کا ہی ذوق اُسے یہی ذوق اُسے ہی ہی شوق اُسے
 خدا جانے ہی ہاتھ میں کیا کتاب کہ اس میں ہی ڈوبو باجوہی دنا

جلد

اور آتی ہی جوں جوں سیاہی شام
وہ شوقین لڑکا بندِ وقتِ تمام
جھکا جاتا ہی اس طرح غور سے
کہ کاغذ میں کیڑا ہو جس طور سے
نظر اُس کی جب تر مرنے لگی
سیہ شام سرسہ اڑانے لگی
بہت بیٹھا بیٹھا جو تھا تھک گیا
اک انگڑائی لے کر وہ لڑکا اٹھ اٹھا
ملا کہ ہم چھوٹے چھوٹے سی باتھ
ملے چہرہ پر لطیف محنت کے ساتھ

رکھا پھر کتابوں کو جزواں میں
ٹہلنے لگا آکے میدان میں

لگی ٹھنڈی ٹھنڈی جو منہ پر ہوا
خواس اُس کے آئے ٹھکانے فرا
تھے دن کے تھکے ماندے جو جانور
وہ اپنے مقاموں پہ سب آن کر
بہم مل کے آوازیں دینے لگے
بسیرے درختوں پہ لینے لگے
وہ مل جل کے آپس میں تھو لیتے
کہ اپنی خوش آوازیں بولتے
درختوں پہ چڑیوں کی چونچوں کو
جو سمجھو تو پھر سیاہ بے چوں کو
جو سبزے میں جھینگے تھے برسات کے
دئے چھڑنھوں نے بھی سمرات کے
کئی غول طوطوں کے جھجھکاتے
گئے سبز سبز ایسے مل مار تے
تھا لڑکا بھی حیراں یہ کیا ہو گیا
کہ میدان کا سبز ہو ہو گیا

جلد

کیا خاتمہ دن کا جب شام نے
ادھر اُدھر اُدھر کو نظر ڈالتا
کہ کچھ گائیں بھینسیں ملی راہ میں
ٹپکتی خوشی صورتِ حال سے
تو گھر کی لی رہ اُس خوش انجام نے
چلا جاتا تھا دیکھتا بھالتا
پھریں کھیت کی گھر کی تمھیں چاہ میں
عجب جا رہی تھیں لٹک چال سے
کہ شیریں جیسے تھلکتے ہوئے
کہ ماؤں نے تھن کو تپے پائے تو
تھا الغورہ اپنا بجا تا ہوا
ادراک بوک بکر روں درمیاں
کہ دن بھر تھیں چمک گھر کو چلی
تھے اکھیلیوں کی مچلتے ہوئے
اور ایک گلہ بان پیچھے آتا ہوا
ٹپس اہ میں اُس کو کچھ بکریاں
وہ دو دوں نہائی تھیں پوتوں پھلی،
بھلر وائے بچے اُچھلتے ہوئے

محبت سے میا تا جاتا کوئی

بہت تھک کر ماں کو بلاتا کوئی

وہ لڑکا جو بیچنچا بہ نزدیک شہر
دو دوکانوں پر روشن سرا سر چراغ
نظر آئی یاں اور بھی لہر لہر
چراغوں نے گویا لگاؤ تھیاغ
کچھ اس کی سوا بالا خانوں پہ ہے
جور و نق کی نیچے دوکانوں پہ ہے

دکھاتی جو ہیں روشنی دُور سے اڑی جاتی ہیں کھر کہاں نور سے
تصاویر و نقشوں سے گلزار گھر طرحدار کرے ہوا دار گھر
کہیں تل کو بیٹھے ہیں کوٹھے پہ یا گئے شعر خوانی ہو گا ہے ستار
غزل ریختے کی ہے گاتا کوئی ہی گاتا کوئی اور بجا تا کوئی
لطیفوں پہ اُڑتے ہیں جو قہقہے

کہاں یا دبسل کو یہ چہچہے

غرض ہر جگہ سے گزرتا ہوا تماشے خدائی کے کرتا ہوا
گیا جب کہ گھر میں وہ روشن چراغ تو ماں باپ بھی ہو گئے باغ باغ
خوشی سونہ جاؤں میں پھولے سماءے بہن بھائی بولے وہ آئے وہ آئے
سلام اُس نے پہلے کیا باپ کو جھکایا کجس ادب آپ کو

دعا دی یہ اُس نے بھی لے کر سلام

مبارک مبارک خوشاوقتِ شام

ازاد

۱۸۔ شفق

جلد

شفق پھولنے کی بھی دیکھو بہا
 ہوئی شام بادل بدلتے ہیں رنگ
 ہوا میں کھلا ہے غیب لالہ زار
 جھمیں دیکھ کر عقل ہوتی ہی رنگ
 نیارنگ ہی اور نیاروپ ہی
 ہر اک روپ میں تو ہی ہو چکے
 طبیعت ہی بادل کی رنگت پہ لوٹ
 ستمری لگائی ہے قدرت ڈی گوٹ
 توفانی و نارنجی جو سپہی
 زور ویر میں رنگ بدلے کئی
 یہ کیا بھید ہے کیا کرامات ہی
 ہر اک رنگ میں اک نئی بات ہے
 یہ مغرب میں حج بادلوں کی ہی بار
 بنے سونے چاندی کے گویا پار
 فلک ٹیگوں اس میں سرخی کی لاگ
 مہے بن میں گویا لگا دی ہی آگ

اب آثار ظاہر ہوئے ات کے
 کہ پڑے چھٹے لال بانات کے

اسمعیل

۱۹۔ شام کا جھٹ پٹا

جلد اول

جھٹ پٹا سا ہو گیا ہے شام کا صاحبو یہ وقت ہے آرام کا
 قصد چڑیوں نے بسیرے کا کیا ڈھونڈتی ہیں اپنا اپنا گھونسل
 دیکھنا سورج ہی ٹھپنے کے قریب تھم گئے چلتے مسافر بھی غریب
 لو کہو تو بھی گرے پر جوڑ کر لیں گے اپنے چھوٹے بچوں کی خبر
 شام کو بستی سی باغوں کی طرف اڑ چلے کوئے بھی مل کر صفِ صف
 دن میں جوا وارتھی تدم پڑی بھنبھناہٹ نکھیوں کی کم پڑی
 جانور دن بھر قلاچیں بھر چکے اپنا اپنا کام پورا کر چکے
 وہ جو کٹ کٹ کر رہی ہیں مرغیاں ڈھونڈتی ہیں اپنے ڈربوں کا نشان
 بھیڑ مکاری اُونٹ گھوڑا گاؤں خر آن پہنچے اپنے اپنے تھان پر
 اب ہوا کے تیز جھونکے رک گئے سو گئے پڑا ور تپتے جھک گئے

اب کہاں باقی ہے موقع کام کا

صاحبو یہ وقت ہے آرام کا

اسنعیل

۲۰۔ شام کی آمد اور رات کی کیفیت

اے آفتاب صبح سے نکلا ہوا ہے تو عالم کے کاروبار میں دن بھر بھرا ہوا تو
میں روزِ شبِ مانہ کے پیہم قدم سے پیمانے محنتوں کے ہیں یہ پیش و کم سے
کلفتِ سودن کی ہو گیا منہ تیرا زردی اور ڈالی اس پہ شامِ غیبت کی گڑبڑ
ہو تا زمانہ بس کہ ہے وابستہ شام سے اور تو بھی ہوتھکا ہوا دنیا کے کام سے

و اماں کو ہمارے اب جلے سوئے

دن بھر کا کام شام کو سمجھا کے سوئے

اے شبِ سیاہ کہ لیلائے شب ہی تو عالم میں شانِ ہزاویٰ مشکِ لب ہی تو
ہو تا وہ بعدِ شامِ شفق میں عیاں ترا اڑنا وہ آہنوس کا تختِ رواں ترا
تھا دن گزر رہا وہی عالم نگاہ میں لہرانا پر نیانِ دحریرِ سیاہ میں
چمکے گالشکر اب جو ترا آسمان پر فرماں نشان میں یہ اٹے گا جان

تا صبح ہو دے کارِ گہرِ روزگار بند

آرامِ حکمِ عام ہو اور کارِ بار بند

عالم پہ توجہ آتی ہو رنگ اپنا پھیرتی ہاتھوں سے مشکِ راتی ہو غنیر پھیرتی

وینا پہ سلطنت کا تری ویکھ کر حشم
کھاتا ہوں تہی روں بھری ات کی قسم
روئے زمین پہل ہے تیرے چراغ ہیں
اور آسماں پہ کھلتے ستاروں کو باغ ہیں
بجلی ہنسے تو رخ ترا دیتا بہا رہے
شبنم کو موتیوں کا دیا تو نے ہا رہے
سب جھکولیتے آنکھوں پہ ہیں بلکہ جان پہ
پورا ہے تیر حکم پر آدھے حبان پہ

چھائی غرض خدا کی خدائی میں ات ہو
اس وقت یا تورات ہی یا حق کی ذات ہو
خلقت خدا کی سوتی ہو غافل پری مٹی
اور رات سائیں سائیں ہو کرتی کھڑی ہوئی
سو تاگدہی خاک پر اور شاہ تخت پر
ماہی بزریر آب ہی طائر درخت پر
ہی بے خبر بڑا جو کچھ جونوں پہ گھر میں ہے
دماں دشت پر کوئی سوتا سفر میں ہے
گھوٹے پہ اپنے اونگہ گیا ہی سوار بھی
چوکا ہے بلکہ راہزن نابکا رہی
القصہ ہے امیر کوئی یا فقیر ہی
عورت ہی یا کہ مرد جواں ہی کہ پسر ہی
بچہ کہ ماں کی گود میں ہی یا کہ پیٹ میں
سب آگئے ہیں بند کی اس دم لپیٹ میں

جس کو پکارو وہ سوئے خوابِ عدم گیا
دریا بھی اب تو جلنے سی شاید ہو تھم گیا

وہ آفتاب تھا جو چمکتا حبان پہ
بیٹھا تھا جس کے زمیں آسمان پہ

کھولے ہوئے شفق کا نشان زرق برق رکھ کر کرن کا تاج نکلتا ہی شرق سے
اس کے عمل کو توڑنا تیرا ہی کام ہی سکہ ہی اب ستاروں کا اور تیرا نام ہے

محنت ثمر تھا اس کا تو راحت ہی بھل ترا

چاندی تھا اس کا حکم تو سونا عمل ترا

مزدور جا بجا تھے جو دکھ درد پار ہے اور پاؤں تک سروں سے سینے بہا ہے
بارگراں غریبوں نے سر پر اٹھائے تیں جب چار پیسے شام کو لے گھریں آئیں
اے شب تمام دن کی مصیبت سی ہمارے

تیرے عمل میں پاؤں ہیں سوئے پسا رکے

اکثر میر لیتے ہیں نعمت کے نازیں پر دل کو ان کے دیکھو تو ہی سوز و ساز
سامان عیش سب ہیں مہیا کئے ہوئے جو مانگئے زمانہ ہی حاضر لئے ہوئے
مخل کا فرش ہی مگر آرام ہی نہیں
جھپکے پلک سوا اس کا کہیں نام ہی نہیں

اور ان کے زیر سایہ پڑا اک غریب ہی دن بھر اٹھا تا بوجھ وہ آفت نصیب ہے
تھا صبح دم کا نکلا ہوا گھر سے کام کو وہ حق حلال کر کے گھر آیا ہی شام کو
اب اپنی نان خشک کو پانی میں چور کر کھایا ہی اور مست پڑا ہے نور پر

سر پر قیامت آئے تو اس کو خبر نہیں
سونا تو آنکھ میں ہو مگر پاس نہ نہیں

جلد

یہ بھی نہ کہنا تم کہ جو آرام عام ہو
وہ سب لوں کے واسطے غفلت کا جام ہے
بندے خدا کے ایسے یہاں بے شمار ہیں
دن سے زیادہ رات کو مصروف کار ہیں
کیجئے ذرا خیال کہ ملائے نکتہ دل
بیٹھا ہو سر جھکا کرے پائے چراغِ دل
کہ تا نظر ہے تن پہ بھی حاشیہ پہ بھی
مضمون جو بہہ گریں اُکھتے کبھی کبھی
بیٹھا حرام کر کے ہے آرام و خواب کو
کیرے کی طرح لگ گیا ظالم کتاب کو

ہیں مدرسے طالب علم اپنے حال میں
کل صبح امتحان ہو سوا س کے خیال میں
لبل کے یاد کرتے ہیں آپس میں دُور سے
پڑھتے جد اجد ابھی ہیں کچھ فکر و غور سے
کریں جو کچھ کہ کرنا ہو شبِ درمیان ہے
کل صبح اپنی جان سے اور امتحان ہے
جی چھوڑ بیٹھے مرد یہ ہمت سے دُور ہو

قسمت تو ہر طرح ہو پہ محنت ضرور ہو

اور وہ جو لکھ پتی ہو مہاجن جہان میں
آدھی بجی ہے پردہ ابھی ہو دکان میں
گنتی میں دام دام کے ہو دم لے ہوئے
بیٹھا ہو گود میں بھی کھاتا لے ہوئے

ہو سارے لین دین کی میزوں تمام کی
لیکن غضب ہی بد نہیں ملتی چھدم کی

اور دیکھنا نجومی دانا کی شان کو ہی کس نظر سے دیکھ رہا آسمان کو
اک آنکھ دو رہیں پہ ہی اک کتاب پر ہی محو اپنے تراجم میں اک حساب پر
کٹتی ہی اس کی تاسے ہی گنتے تمام رات پر اب تو فک ہے یہی دن بھر تمام رات
اک جنتری بناؤں کہ طرز جدید ہو

چلے جو اس میں اپنا ستارہ تو عید ہو

اے رات تیرے پردہ دامن کی اوٹیں درو سیاہ کا بھی ہے اپنی چوٹیں
یٹھا نقب لگا کے کسی کے مکاں میں ہے اور ہاتھ ڈال اس کی ہر اک اینٹ میں
اسباب سب اندھیرے میں گھر کا ٹول کر ہی چپکے چپکے دیکھ رہا کھول کھول کر

لے جائے گا غرض کہ جو کچھ ہات آئے گا

دیکھو کما یا کس نے ہی اور کون اڑائے گا

اس تیرے شب کے پردہ میں شلوچو چور ہی پھر تا ٹولت ہوا مانسہ کور ہی
مطلب اڑاتا شعرے مضمون غزل سے ہو لاتا پر ایسے ڈھب سے لفاظ بدل کے ہو

تقریب اس کی کرتے ہیں جو شعر سنتے ہیں

مضمون گیا ہو جن کا وہ سر بیٹھے دھنتے ہیں

عالم ہی اپنے بسترِ راحت پہ خواب میں آزاد سر جھکائے خدا کی جناب میں،
 پھیلائے ہاتھ صورتِ اُمید دار ہے اور کرتا صدقِ دل سے دعا بار بار ہے جلدِ تزلزل
 جھکے تو ملک سے نہ ہی مال سے غرض رکھتا نہیں زمانہ کے جنجال سے غرض

یارب یہ التجا ہے کرم تو اگر کرے

وہ بات دے زباں پہ کہ دل میں اثر کرے

اے رات یہ جو تو نے سرِ شام آن کر سجادہ سیاہ بچھا یا ہے تان کر
 اور اس پہ حق پرست کیا دِخا میں ہے بیٹھا رہ فنا پہ ہوا ہے بہت میں ہے
 اس کو اسی کی ذات سے ہو لگی ہوئی اور دل میں مبدم ہوئی گٹ دو لگی ہوئی
 کب تک ہے جا بگلا گھونٹ گھونٹ کر

اپنی ہوا میں ایک ہو پھر ٹوٹ پھوٹ کر

دریا میں چل رہا کہیں اس دم جاز ہی اہل جہا زجن کا خدا کا رسا زہی
 بیٹھے اسی کی آس پہ ہیں لڑیے ہوئے کچھ حشر میں ہیں دل میں کچھ اراماں لیے ہوئے
 یادِ سراد ویتی ہوئے مراد ہی پردل گو بھولتی نہیں طوفاں کی یاد ہی
 آنکھیں سمجھوں کی لگ ہی ہیں دباں اور جاتی ہی دعا کی صدا آسمان پر

یہ سب کے سب ہیں بیٹھے ہوا کی اُمید

لے ناخدا تو رہیو خدا کی امید

دل سے راجہ شیر محبت کے جام ہے ماں دیکھو اپنی نرسند کو کرتی حرام ہے
جلد ہر چند کام کاج سے ہو دن کے تھک ہی بچے کو ہاتھ سے ہی برابر تھپک رہی
اوکرتی ہے کہ مجھ کو پڑے یا نہ کل پڑے ایسا نہ ہو کہ یہ کہیں ڈر کر اچھل پڑے
ماں کو تو سوتے جاگتے اُس کا دھیان ہے
کروٹ نہیں بدلتی کہ ننھی سی جان ہے

پر جلسے حیف حال اسی جاں بلب کا ہو سب جس کو کہہ رہے ہیں کہ مہمان نمب کا ہو
دن بھر دوا غذا میں رہا غیر حال ہو لیکن ہو اب یہ حال کہ بچنا محال ہو
بتی چراغِ عمر کی ہے جھلسلا رہی اور بے کسی سر ہانے ہو آنسو بہا رہی
لے رات مجھ کو نکریسی بار بار ہو اس کی تو زندگی کوئی دم کا شمار ہو
کون اس کا ساتھ دیو یگا ہو صبح جب تک

روئے گا کوئی شام کے مڑے کو کب تک
آزاد آفریں تم سے لطفِ زبان کو پر کروٹ اب ہو راتِ فِدی آسمان کو
سب اپنے اپنے کام میں ہیں لڑیے ہو تو کیوں ہو بیٹھا بادِ غفلت پر ہوئے
کوئی گھڑی تو ہوشِ خرد سے بھی کام لے
وقتِ حشرِ رب ہو اللہ کا نام لے

جلد اول

۲۱-رات

گیا دن ہوئی شام آئی ہر رات
 نہو رات تو دن کی پہچان کیا
 لگے ہونے اب ہاٹ بازار بند
 ہوئی رات خلقت چھٹی کام سے
 خدا نے عجیب شے بنائی ہر رات
 اٹھائے مزہ دن کا ان کیا
 زمانہ کے سب کار اور بار بند
 خموشی سی چائی سرشام سے
 مسافر نے دن بھر کیا ہے سفر
 درختوں کے پتے بھی چپ ہو گئے
 اندھیرا اُجالے پہ غالب ہوا
 ہوئے روشن آبادیوں میں چراغ
 کسان اب چلا کھیت کو چھوڑ کر
 تھپک کر سلا یا اُسے یلند نے
 غریب آدمی جو کہ مزدور ہیں
 وہ دن بھر کی محنت کے مائے ہوئے
 وہ ہانپے تھکے اور لائے ہوئے
 نہایت خوشی سے گئے اپنے گھر
 ہوا تھم گئی پیڑ بھی سو گئے
 ہر اک شخص راحت کا طالب ہوا
 ہوا سب کو محنت سے حال فراغ
 کہ گھر میں کرے چین سے شب بسر
 ترود بھلایا اُسے یلند نے
 مشقت سے جن کے بدن چڑھیں
 وہ ہانپے تھکے اور لائے ہوئے
 ہوئے بال بچے بھی خوش دیکھ کر

گئے بھول سب بال بچوں کا غم سوئے کوٹھیں گے تابانِ روم
کماں پین یہ بادشہ کو نصیب کہ جس بے غمی سے ہیں تے غریب

جلد اول

اسماعیل

۲۲- خوابِ راحت

خوابِ راحت بھی عجیب چیز	کیا عالم بخودی ہی چھپایا
لے نیند - نمونہ قیامت	تو نے ہمیں آنکھ سے دکھایا
تو آئی ہوئے حواس بیکار	کیا جانتے تو نے کیا سنگھایا
جس وقت اتر گئی گھٹاسی	آنکھوں کا چرخ غمٹایا
پھر چھوڑ گئی ہمیں جہاں میں	پھر زیست کا ذائقہ چھپایا
پایا تو کبھی تجھے نہ دیکھا	دیکھا تو کبھی تجھے نہ پایا
ہر تیری عجیب حکمرانی	دنیا کی پلٹ گئی ہے کایا
رن میں فوجوں کو جا بچھاڑا	بن میں شیروں کو جادایا
دہقان کو کھیت میں کیا پت	گو کھیت کو گیدڑوں کو کھایا

جملہ

ریوڑ کی خبر نہیں کہاں ہے
 لیکن کو درخت پر بسیرا
 ڈھوروں نے بھی چھوڑ دی جگالی
 ماؤں کو دیا ہے تو نے آرام
 روتے روتے تھپک گئی تھپک
 بیڑی سے رکنا نہ تھک رہی سے
 شاہوں کی بھی کمزور مٹا دی
 زریں پرے نہ فرشِ نخل
 جب سو گئے ہو گئے برابر
 جج کے بھی حواس ہیں مٹیل
 ٹھنڈا ہوا تاجروں کا بانہ
 ہر نقد کہاں کہہ گئے نوٹ
 لالہ کو نہیں رہی ذرا سدم
 بیویوں کا الٹ دیا ہے ٹر
 بیمار کی تھپک لگ گئی ہے
 چرواہے کو گھاس پر لٹایا
 چڑیوں نے پروں میں سر چھپایا
 چُپ ہیں نہیں کاں تک ہلایا
 بچوں کو تھپک تھپک سٹلایا
 جھولے میں جھلار ہی رکھ دیا
 مجبوس کو قید سے چھپڑایا
 نہ تاج نہ تخت نے رعایا
 ایواں ہے گم سب سبجایا
 کب شاہ و گدا میں فرق پایا
 فیصل ہوئے قصہ و قضا
 سوئے کا مے ملا چکایا
 سا ہو کا روں کو کھک بنایا
 کیا ڈیوڑھا اور کیا سوا یا
 رو کر ہے نہ جنس ہے نہ مایا
 دکھ درد کا کرب سب مٹایا

کچھ ہوش نہیں ہو ڈاکٹر کو
 پٹش لگے زخم پر کہ پھپھایا
 اوساں نہیں حکیم جی کو
 کیا نیند نے نسخہ سنکھایا
 پنڈت بھی ہوئے نچنت ایسے
 اشنان کیئے نہ جل چڑھایا
 ٹکا کو بھی ہو گیا ہوسیاں
 بھولا ہی مسائل ہدایا
 تعریف نہ کر سکا مہندس
 کیا شکل ہے قلم الزوایا
 جغرافیہ داں کی راہ گم ہے
 لنگا ہے کدھر کدھر ملایا
 کچھ یاد نہیں مورخوں کو
 کیا کیا بروئے کار آیا
 بھولا ہے کتاب طالب علم
 اُلٹا تو نے سبق پڑھایا
 مطرب کی عجیب گت بنائی
 کھڑا گجسان کا بھلایا
 چونکا نہیں مت فلد تری کا
 ہر چند جہاز ڈنگ گیا
 جیتے نہیں ریل کے مسافر
 انجن نے ہزار غل مچپایا
 باقی نہ رہا کوئی تردد
 جھکڑوں میں تھا جان کو کھپایا
 سب مشغول ہو گئے فراموش
 اپنا ہی رہا نہ کچھ پرایا
 دنیا کی خبر نہ دین کا ہوش
 کیا سا غریب خودی پلایا

تو نے کیا پسند کو مستط

جلد اول

قدرت ہی بڑی تری خدا یا

اسمعیل

۲۳- آسمان اور ستارے

اگر تیری قدرت کی کاریگری	نہ کرتی سمجھ جو جہرہ کی رہبری
تو وہ سر ٹکٹی ہی رہتی مدام	طلب میں بھٹکتی ہی رہتی مدام
بنائی تو نے یہ کیا خوب چھت	کہ ہر سائے عالم کی جس میں کھبت
یہ سققت کہن ہی ابھی تک نئی	اے دیکھتے یوں ہی دُنیائے گئی
زمین پر گئیں کئی نسلیں گزر	رہی اس کی ہیئت پر ب کی نظر
اے سب نے پایا اسی ڈونگ میں	اے سب نے دیکھا اسی رنگ میں
عجب ہی خیمہ زن ہی نہ چوب	ہمیشہ مصفا ہی بے رفت و روب
نہ در ہی نہ منظر نہ کوئی شگاف	اوھر سوا دھڑک ہی میدان صاف
جھروکا نہ کھڑکی نہ در ہی چھید	عجب تیری قدرت عجب تیرے چھید
بنایا ہی کیا دست قدرت تو گول	چرس ہی دھجرتی نہ سلوٹ نہ جھول

عجب قدرتی شایانہ ہے یہ

نظر کی پہنچ کا ٹھکانا ہے یہ

یہ تارے جو ہیں آتے جاتے ہوئے چمکتے ہوئے جگمگاتے ہوئے
نظر آ رہے ہیں عجب شان سے ہیں لٹکے ہوئے سقفِ ایوان سے
چراغ ایسے روشن جو بن بیل میں یہ تیری ہی قدرت کو کھیل میں
یہ لعل و گہر ہیں جو کھرے پرے نہیں سی بھی ہیں ان میں اکثر بنے
نظر میں جو اتنے سے آتے ہیں یہ بہت دور چکر لگاتے ہیں یہ
پرے اپنے چکر میں ہیں گھومتے ترے حکم کے ذوق میں جھومتے
یہ قائم ہیں تیری ہی تقدیر سے بندھے ہیں ہم نخت زنجیر سے
وہ زنجیر کیا ہے کششِ باہمی نہ اس میں خلل ہو نہ بیشی کمی
عجب تو نے باندھی ہے یہ باگ ڈور تھلا سب کار بہتا ہی آپس میں زور
یہ سب لگ رہے ہیں اسی لاگ پر لگاتے ہیں چکر اسی باگ پر

نشہ میں اطاعت کو سبج ہیں

کہ قانونِ قدرت سے مجبور ہیں

۴۴- تاروں بھری ات

جذقل

اے چھوٹے چھوٹے تارو کہ چمک دمک رہے ہو
تمہیں دیکھ کر نہ ہووے مجھے کس طرح تحیر
کہ تم اونچے آسماں پر جو کُل جہاں سے اُعلیٰ
ہوئے روشن اس روش سے کہ کسی نے خبر دی ہے
گمراہ اور گمراہ لگوا

جو ہیں آفتابِ تاباں نے چھپایا اپنا چہرہ
وہیں جلوہ گر ہوئے تم یہ تمھاری جگہ گاہٹ
ہو مسافروں کے حق میں بڑی نعمت اور راحت
اگر اتنی روشنی بھی نہ میسر آتی ان کو
تو غریب جنگلوں میں یوں ہی بھولتے بھٹکتے
نہ تمیز اس وچ کی نہ طرف کی ہوتی اٹکل
نہ نشانِ راہ پاتے

وہ غریب کسیت والے وہ امیدوار دہقان

چندوں

کہ کھڑی ہر جن کی کھیتی کہیں کھیت کٹ رہا ہی
کہیں گہ رہے خرمن کہیں آنکھوں کی چھپکی
یونہی شام سے سحر تک ہیں تمام رات جاگے
نہ گھڑی ہو واں نہ گھنٹہ نہ شمار وقت و ساعت
مگر اے چمکنے والو ہو تمہیں انہیں سمجھاتے

کہ گئی ہر رات اتنی

وہ جہاز جن کے آگے ہی وسیع بحرِ اعظم
انہیں ہولناک موجوں سے مقابلہ ہے کرنا
کوئی ہے چلا وطن سے کوئی آ رہا واپس
انہیں کچھ خبر نہیں ہے کہ کدھر ہے ان کی منزل
نہ تو مرحلہ نہ چو کی نہ سراغ راہ کا ہے
نہ کوئی دیس و رہبر مگر اے فلک کے ستارو

تمہیں ان کے رہنا ہو

اسماعیل

۲۵- چاندنی

جلد اول

غنچہ دل کو کھلا جاتی ہی اگر چاندنی
 ہی بزمِ سم گل رُوح پرور چاندنی
 آسمان سے ہر جہا جہم بارشِ نصیب
 نور کا دریا رواں ہی از مین چاندنی
 آسمان کی ستاروں سے فروغِ نور ماہ
 چار سو سطحِ زمیں پر جلوہ گستر چاندنی
 گلشنِ دنیا میں یہ رنگین ہاںیں تجھ سے
 نور کی مورت ہی تو اے ماہِ بیکر چاندنی
 عجز کہتے ہیں اے ہی نام اس کا نکلا
 بچھ گئی سطحِ زمیں پر فرشِ بن کر چاندنی
 مرمون رکھتی ہی لطفِ عنایت کی غنچہ
 ذاتی ہی قبر پر رحمت کی چادر چاندنی
 غنچہ خاطر کھلے جاتے ہیں گلیوں کی طرح
 کس قدر ہی دلکش کیا پر فضا ہی چاندنی
 ہر روشن کیون اتراتی ہے باہبہا
 شام ہی سی بلغم میں رونق فرا ہی چاندنی
 باغ میں جوشِ طرب سے ٹہلیں ہیں نغمہ
 مرجا اے اوج کیا عشرت فرا ہی چاندنی

ہی نمونہ قدرتِ صانع کا ہر سو آشکار

منظرِ انوارِ حق شانِ خدا ہے چاندنی

اوج گیا دی

۲۲۔ چاندنی رات

دلکش تھا اک رات کا منظر چاندنی تھی پھیلی ہوئی گھر گھر
 دیر ہوئی سورج کو سدھائے لیلی شب نے بال سنوائے
 چرخ بریں پر چھٹکے تارے اک اک آکے چمکے مارے
 سائیاں جو سر پہ تھیں گویا بقعہ نور بن گئی تھیں
 تاروں کا جگھٹا گھسنا تھا (ق) نورے ہو کر نور چھپنا تھا
 چاند کے گرد تھا نور کا ہالا لطف ملکشاں کو تھا دو ہالا
 پھیلا تھا ہر سمت اُجالا روشن خوب تھا عالم بالا
 زمیں پر نہ کی نور افشانی گویا برس رہا تھا پانی
 صحنِ گلشن تھا لاٹھانی (ق) صانع کو تھی خود حیرانی
 چاندنی کا چھن چھن کر آنا پتوں میں گھس گھس کر جانا
 آبِ رواں میں کہیں نہ سنا (ق) آنکھ کو جب دہو گری دکھانا
 کہیں پہ پڑتا کہیں نہ پڑتا روشنی کا سایہ سے لڑتا
 شکلوں کا بن بن کے اکڑتا (ق) ادھر سنورنا ادھر گھڑنا

جلد اول

سرو نگہاں بنے کھڑے تھے اپنی جگہ پہ تنے کھڑے تھے
 خوابِ ناز میں پھول تھو سائے ہلے تھے اُن کے گہو اے
 ہوا کے جھونکے جگا کے ہائے (ق) پر نہ اٹھے وہ نیند کے مارے
 جادو ادھر تو تھا گل پر حالت اور تھی یہ سُنبل پر
 پڑے پڑے انگڑائی لیسنا نیند میں کا کل اُلجھا دینا
 نرگس پہ تھی غنودگی طاری خواب سے اُس کی آنکھ تھی بھاری
 بلبل کو سوجھیں یہ باتیں باغ میں چل کر کیجھے گھاتیں
 آئیں اُس کی عیش کی راتیں کھائیں گلوں نے پیار کی لاتیں
 قمری تھی شمشاد پہ شیدا ایک کا عشق تھا ایک سے پیدا
 اُوں نے جب قطرے برسائے سب غنچوں نے مُنہ پھیلانے
 بن مانگے جب موتی پائے سب اپنے دامن بھر لائے
 گلچیں سے گو باغ تھا خالی باد صبا تھی چھیڑنے والی
 جوں ہی کسی نے آہ نکالی (ق) پتوں نے دی مل کر تالی
 ہو نہ سکے گا بیان شافی بس یہ کمدینا ہے کافی
 طرزِ چمن تھا معشوقانہ صورتِ پیاری زنگ سُنانا

جلد اول

طرفہ عالم تھا صحر کا جھوم رہا تھا پت پت
خلقت تھی خوابی ساری بالکل بے خود ہوش ساری
دریا کی تھی بندروانی تھا شکل آئینہ پانی پانی
جھیل کا نظارہ تھا نرالا سب کو کر دیتا تھا متوالا
چکواچکوی ہجر کے مارے بے بس پڑے تھو جھیل کنارے
آب و تاب پانی کی سوا تھی آئینہ بن کر عکس نہا تھی
دوسرا چرخ تھا اُس کے اندر اجسم زخشاں ماہ منور
موجوں نے جب رنگ جمایا سب کو ایک دم لرزہ آیا
دلکش از بس تھا یہ نظارا کیسا ہسنانا کیسا پارا

قدرت کا تھا سارا افسوں

آنکھ تھی خیر دل تھا مفتوں

جید یال مکینہ

۲۷۔ لطفِ شب

فلک کو اکبُ ممتا ہے ہوا روشن زمیں پیپ میں جگنو کے جا بجا روشن

یہ چاندنی کی بہار اور یہ خوش گوار فزا یہ لہریب مناظر یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا
چڑھا ہے ایک رو پہلا ورق زمانہ پُر برس رہا ہی تجہستی کا ابر خوش منظر
چکستاروں کی اپنی دکھا رہا ہی فلک نظر اٹھا تو ذرا جگمگا رہا ہی فلک
اٹھ اب مانہ کا کچھ اور رنگ ہی پیاری
زمانہ دیکھ کے یہ سین دنگ ہی بہاری

(ترجمہ نظم انگریزی طامس مور)

عزیز

۲۸۔ ماہتاب

افق پر سرِ شام ہی ماہتاب وہ چمکا اٹھا کربستی نقاب
دوختوں پہ چاندی سی چڑھنے لگی تجلی بھی اٹھلا کے بڑھنے لگی
روپسلی کرن آسماں پر تمام اُڑانے لگی ریزہ سیم غام
پڑی پانی پر چاندنی کی جھلک دکھانے لگی موج دریا چمک
وہ مل کے ہرک شعاعِ عطر چھڑکنے لگی سطحِ آب پر
برسنے لگا نورِ افلاک سے تجلی اُبلنے لگی خاک سے
ہو اس قدر روشنی کا وفور بنی ہر کرن تار بارانِ نور

تجلی کثافت کو دھونے لگی مکانوں پہ قلعی سی ہونے لگی

جلد اول

بنے آئینہ سارے دیوار و در

سفیدی پھری ہر در و بام پر

بینظیر

۲۹۔ چاندنی رات

وہ مہتاب کی آسماں پر نمود
مزیں کو اکب سے چرخِ کبود
وہ کرتوں کی شبنم کے اندر بہا
اڑایا ہے چاندی کا گویا غبار
لرزتی ہے پانی پہ یہ چاندنی
کہ دریا میں بجلی کی پر روشنی
وہ لہریں کہیں تِلک لاتی ہوئیں
چمک آئینے کی دکھاتی ہوئیں
نہیں نام کو بھی کیتیں سیرگی
کہ عکس تجلی ہی ساری میں بھی
رواں ہی یہ چاروں طرف موجِ نو
کہ اڑتے ہیں دن کی طرح کچھ پیو
شعاعوں کی اندھے تیریاں
قمر کے وہ جوہن کی نوخیزیاں
مگر چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں ماند
کہ آج اپنے جلوہ میں پورا ہی چٹا
شعاعوں کا وہ جگمگا ناکیں
ستاروں کا آنکھیں جُرا ناکیں

جلد اول

گر اچھن کے پتوں سے نو قمر کہ میرے کے ٹکڑے پٹے میں ادھر
 ہوا بچے کاری کا یہ ہستما کہ مر مر پہ ہے سنگ موسیٰ کا کام
 یہ سائے میں اوراق سے نو کے کہ گل سنگ موسے پہ پتوں کے
 کہیں چھپاتے ہیں کچھ کچھ طیور کہیں شور کوؤں کا ہی دور دور
 تنائے جو رہ رہ کے ٹوٹے ادھر وہ مہتاب کے پھول تھے بسر
 ہوئی چاندنی یہ تجلی فشاں کہ ہے عالم جسد میں آسماں
 صفا بام و در میں سائی ہوئی درختوں پر حیرت سی چھائی ہوئی
 یہ کتنا ہے ہر اک شجر کا سکوت

فسبحانہ الذی لا یموت

بینظیر

۳۔ چاندنی کی تبار

ہی اس نام سے چاندنی جلوہ گر کہ سکتے کے عالم میں ہی ہر شجر
 تجلی سے وادی یہ معموس ہے کہ موج ہوا موجب نور ہے
 وہ پھول اُجلے اُجلے میں جو سامنے کٹوری سی چاندی کی ستریلے

دکھاتے ہیں اس وقت کیسی بہار
کہ ہوں ٹوٹ کر چین پہ مائے نشا
چمک یگ پرچمن بتور کی
بچھائے ہوئے چاندنی نور کی
یہ عالم جو دیکھا تو شکل کستاں
ہوا پارہ پارہ دل عاشقاں
وہ بھیگی ہوئی آبِ رحمت سے رات
کہ تر دامنوں کی ہوجس سے نجات
وہ شبنم کی خنکی دھندھی ہوا
وہ اشجارِ روآبِ واں کی صفا
وہ شاخوں کا جھکنا لچک کر کہیں
وہ لہروں کا اٹھنا چمک کر کہیں
وہ میدان میں چاندنی کا سماں
وہ شبنم کا گر اس کے کچھ کچھ دھواں
نجوم و قمر کا دھکس آب میں
وہ پانی میں جلتی ہوئی مشعلیں

وہ ہر سمت چھایا ہوا نو بر بدر
وہ شب لیلۃ القدر کو جس کی قدر

بینظیر

۳۔ تارے

کہاں ہو تو اے ساتی بزمِ ترب
کہ تاروں بھری رات ہو دلفرب
کو اک پہ افلاک بھولے ہوئے
کنول حوضِ گروں میں بھولے ہوئے

جلد اول

سمندر میں بہتے ہوئے یہ چراغ
 نہیں چاند کا گونک پزیر
 مسہری سچی قدرت پاک کی
 قنادیل روشن عجائب نگار
 تاروں کا یہ عکس تالاب میں
 ستاروں کی بھولائیوں کا
 تواسبے قدرت نے چھوٹے بڑے
 یہ خوشید تاروں کے آنکھوں
 غضب جگمگاتی ہوئیں فردیاں
 بھری بوٹیوں سے روئے فلک
 شب تار کی شال تانے ہوئے
 مگر چشمِ انجم چمکتی نہیں
 کچھ ایسا ہی خوفِ شب رہی
 کھلے کوڑیا لے سر کو ہسار
 جو سیلے بہتے ہیں ان میں دل
 جو ثابت ہیں محور بدلتے نہیں
 بنے صحن گردوں میں تاروں کا بیغ
 کھلے ہیں مگر چاندنی کے یہ پھول
 بسی سچ پھولوں سے فلک کی
 مصابیح آیات پروردگار
 کہ لہراتی ہیں بجلیاں آب میں
 زبرد کے گنبد میں میسے جڑے
 گرجہ گردوں میں ٹانگے ہوئے
 بنا کا مدانی کا تھان آسمان
 بنی ییل خود کمکشاں کی شرک
 جہاں نیند کی دل میں ٹھانے ہوئے
 ستاروں کی بوندیں ٹپکتی نہیں
 کہ ہر جسم اک چشمِ بیدار رہی
 کہ شبنم سے جھینگا ہوا سبزہ رآ
 وہ ہیں ان کی ترتیب کے پاسبان
 لگے اپنے پھرتے ہی چلتے نہیں

مرتب جویشِ تلخِ نسیم ہے مہِ وسال کی ان سے تقسیم ہے
ہوا بوجھِ رب کا سنبھالے ہوئے فضا میں کروں کو اُچھالے ہوئے
بہم ان میں جو ربطِ جذبات ہو علی قدر جسم و مسافات ہے
کشش ان میں ہو اور تاثیر بھی جدا گانہ تکلیف و تنویر بھی
کچھ آباد کچھ ان میں خالی بھی ہیں جلالی بھی ہیں کچھ جمالی بھی ہیں
وسیع اس قدر ہو فضا ہے جہاں ہیں ذروں سے کم یہ کئے یکساں
تپشِ دن کو خورشیدِ تاباں کی تھی خبر کس کو اس بزمِ شایاں کی تھی

فضا آبِ انجم سے دھوئی ہوئی

شبِ مادِ حیرت میں کھوئی ہوئی

بینظیر

۳۲۔ پھپھلی رات

وہ بھینگی ہوئی رات پھپھلا پھر سیاہی کے پردے میں نورِ بحر
شفق کا ابھی گونیس کچھ نشان سہانا مگر ہو چلا آسمان
پس پردہ جو کچھ ہے یازی گری ہوا اب تک نظر بند یوں بھری

جلد اول

کوئی دم میں بازی گرا سہا
چھپا دے گایہ مہرباے عیاں
خبر دے رہا یہ زنگ فلک
کہ تاروں نے دیکھی کسی کی جھلک
سمجھتے ہیں یہ سبج حیران ہیں
فلک پر کوئی دم کے میہمان ہیں
نکلنے پر آئے گا جب آفتاب
خود اس کی تجلئی بنے گی حجاب
ابھی گو گھڑی دو گھڑی رات ہی
مگر عین انوار ظلمات ہی

بے نظیر

۳۳ - دھلتی رات

ابھی جل رہا ہے قمر کا چراغ
کھلا ہے مہر چرخ تاروں کا باغ
وہ جو کمکشاں کی شرک ہی اچھو
شعاعوں نے چھڑکایاے رات بھر
ہر اک سمت ہی کیا سُنا سہا
فرح بخش ہی کیسی تاروں کی چھاں
دہشی چلیں جلتی ہیں آب میں
وہی پھول پھولے ہیں تالاب میں
تختی کا ہے ہر طرف گو ہجوم
پڑی ضو ستاروں کی تہم نگر
ابھی ہنس رہا ہے چہرے قمر

کھیں اونگھتے ہیں تہجِ دگر گزار
پڑے ہیں کہیں مست شبنمِ ندو
شعاعوں کا جھونکا جو آنے لگا
چراغِ قمرِ جھلملانے لگا
شفقِ آسمان پر ہوئی خیمہ زن
گلابی رنگا چرخ نے پیرین
دم صبحِ دلچسپ پڑنے لگا
اُجالا بھی رہ رہ کے بڑھنے لگا
پڑا بہتے پانی میں عکسِ شفق
نبیِ سطحِ دریا گلابی ورق
شعاعوں کی بڑھنے لگی اب بہا
بنالالہ زارِ فلکِ شعلہ زار

سنہرا ہوا عارضِ چرخِ پیر
نکلنے پر ہے آفتابِ منیر

بینظیر

۳۴۔ نجومِ صبح

نجومِ فلکِ جھلملانے لگے
چراغِ سحرِ ٹھٹھانے لگے
وہ ٹھنڈی ہوا اور تاروں کی چھا
نرولِ صفا کا وہ پیارا سماں
وہ شبنمیں مہنی کی مہن دلفریب
شہانے سے شادائیں کی رعب
کھینچے کس لیے دل نہ ہر تان پر
کہ لے کر رہی ہو اثر جان پر

جملہ قول

سُری صد ہوش کھونے لگی ستاروں کو وحشت سی ہونے لگی
وہ بوٹوں میں کلیاں چمکے لگیں وہ شاتون چڑیاں چمکے لگیں
وہ شبنم نے چھڑکا جن پر گلاب نہ رہ جائے تاکوئی سرگرم خواہ
نسیم سحر گل کھلانے لگی فضا کے چین بنگ لانے لگی
ضیا آسماں سے اُترنے لگی نظر دور تک کام کرنے لگی
عنادل گستاں میں گانے لگے طیور سحر دل بُھانے لگے
وہ پو پھٹکے و صبح پڑھنے لگی ضیا و مبہم اور بڑھنے لگی
وہ اللہ اکبر کی آئی صدا نہادھو کے مسجد چلے پارِ سبا
وہ سب اول وقت پڑھ کے نما ہوئے محو تریل با سوز و سدا
وہ مینا پھاڑی وہ کا کا تو ہوئے آ کے شاخوں پہ غمہ سدا
ہوئی آسماں پر وہ سرخی نمود بنا کانِ شجر چرخِ کبود
شعاعیں دکھائے نگین جھاک ہوئی زعفرانی بساطِ فلک
شفق میں بستی کرنِ موشاں گھل رہی ہیں بہار و خزاں
وہ زردی ذرا اور گھری ہوئی پھاڑوں کی چوٹی سنہری ہوئی

مطلّا ہوا گنبدِ ہر شجر
برسنے لگا ہر طرف آبِ ز

بینظیر

۳۵۔ سپیدہ سحر

بہارِ بزمِ

ریاضِ سحر میں جو پھولی شفق
نہ وہ خشکیاں ہیں نہ وہ شونیاں
ستا ہے جو چھٹکے تھے افلاک پر
فراہم تھے پہلے جو انگوڑے
سحر کا جو دھڑکا ستانے لگا
ستا ہے جو تھے زیبِ بزمِ فلک
وہ ایک ایک کر کے روانہ ہوئے
مگر کچھ وہ ہیں رنگِ تزمینِ صبح
سو وہ بھی ہیں کچھ جھلملاتے ہوئے
ستا ہے جو باقی رہے خال خال
جوتل کی طرح جا بجا پا گیا
چھڑائی تھی مہتابِ گروں ذرا
فلکِ وہ کچھ روشنی صبح کی
ہو از رنگِ تاروں کا ایک رفیق
نہ وہ جھمکے ہیں سرِ آسماں
وہ آتے ہیں اب جا بجا کنہِ نظر
وہ اک اک کو تکتے ہیں اب دوسے
فلک اپنی افشاں چھڑانے لگا
جھپکتی نہ تھی جن کی اک دم پلک
سحر ہوتے ہی سب فنا ہوئے
چنے گا انھیں دم میں گلچینِ صبح
ندامت سے آنکھیں چراتے ہوئے
نہ ان کا رہا کچھ کسی کو خیال
انھیں جن کے مرغِ سحر کھا گیا
اسی کے یہ سب بھول تھے بے بہا
وہ ہلکی سی مہتاب کی چاندنی

جلد اول

جو نجم سحر بھی لجانے لگا تم راہِ بستر اٹھانے لگا
 شفق پھول کر رنگ لانے لگی نئی آگ دل میں لگانے لگی
 کھڑی ہو الگ شمع بھی کیا ادا پتنگوں کے کچھ ڈھیر ہیں اس پاس
 اُترا ہر طرف رنگ صبح بہار فلک پر کھلا ایک بیک لالہ زار
 ہوا صبح صادق کا جس دم یقیں تو بستر سے اٹھنے لگے باز میں
 کوئی شمع گل کی طرح جھومتا اٹھا کوئی سا غر کا لب چومتا
 اٹھا کوئی سر گرہم حمد و سپاس کوئی نیند کی جھونک میں بدحواس
 کسی کی کوئی گدگداتا اٹھا کوئی منہ چھپا کر بجاتا اٹھا
 اٹھے شہر کے زاہد و حق پرست اٹھے رند میخانہ سا غریب و ست
 شب بھر سے ڈرنے والے اٹھے شبِ وصل پر مرنے والے اٹھے
 گجر صبح کا غل مچانے لگا جو سوتے ہیں اُن کو جگانے لگا
 اذانوں کی آواز آنے لگی دعاتا سرِ حشر جس جانے لگی

ہوا جس گھڑی کم اذانوں کا شو
 اٹھا دیر سے بید خوانوں کا شو

بینظیر

۳۶۔ بہارِ صبح

یہ نکھیلیوں پر نسیم سر
کھلے پھول غنچے چلنے لگے
اڑی پھرتی ہے آج گل کی نسیم
یہ سبزے پہ قطرے ہیں چھاپے ہوئے
ہوئے برگ گل حمد میں ترزباں
ٹپکتی ہو شبِ نسیم جو وقتِ سر
ہراک شے پہ چھایا ہے جو رنگِ تو
عجب وقتِ ہی عجب یہ سماں
سہانی سحر یہ سہانی قضا
کسیں نعمتِ زنِ طوطی خوش حال
اٹھی ہر طرف چھپسوں کی صدا
وہ گلزار میں تیریاں نعروں
غرض اپنی اپنی زباں میں طیوہ

کہ آتے ہیں جھونکوں جھونکے اور
چمن کے چمن کو مہکنے لگے
کھلاتی ہی غنچوں کو موجِ نسیم
کہ گل یہ موتی بچھائے ہوئے
خدا نے بھرا موتیوں سے وہاں
ہوئے وجد میں آکے گریاں سحر
ہو سکتے ہیں آئینہ آب جو
کہ حیرت کے عالم میں ہو آسماں
یہ مرغان خوش نعمتِ خوشنوا
کسیں نالہ کش ٹیبلِ خستہ حال
فغانِ عناد دل نے باندھی ہوا
وہ صحرا میں فریادِ زراغ و زین
ہیں سرگرم تسبیحِ رب غفور

جلد اول

یہ ہوتا ہے گردِ سحر سے عیاں
کہ آتا ہے کوئی بڑا کارواں
وہ ظلمت کا سائے میں کچھ کچھا شر
چھپا زیرِ دامنِ گردِ سحر
یہ دکھیا ہی تھا چشمِ ادراک نے
پڑھی افسوسِ افلاک نے
سنہری شعاعوں کے نیرے لیے
ہر اول بڑھے شکرِ صبح کے
شفق کے پھریرے اٹھے چرخِ پر
شعاعوں نے گائے علمائے نر
لب جو تھا اُگرے کا جو کچھ دھواں
چکے نگیں اُس میں چنگاریاں
شعاعوں کے جاروئے ایک با
کیا صحنِ افلاک کو بے غبار
سنہری شعاعوں کا عکس آب میں
کہ جو گھر کرے قلبِ بزمِ تاب میں
چمک کر دکھاتا، یہ یہ صاف صاف
یہ نہروں میں عکسِ شفق کا نشان
کہ آئینے کا ہے سینتی غلاف
شعاعوں کی پانی پہ چنگاریاں
لگی آگ پانی میں اللہ کی شان
دِختوں کے سایہ کا حضورِ خلی
ہیں سطحِ بوریں پہ گلکاریاں
کیشیوں میں دھارِ مرے نخل

کھڑے ہیں خموش اب شجرِ صفت

کہ عالم ہے تنائے کا ہر طرف

بینظیر

۳۷۔ طبع آفتاب

چڑھا دن۔ کرن چلبلانے لگی کڑی دھوپ تیزی دکھانے لگی
کمند شعاعی پکڑ کر شتاب
سربام وہ چڑھ گیا آفتاب

بینظیر

۳۸۔ صبح کی پہل پہل

مہر کی لوسورج نے نظر کی
شہر میں دیکھو کوئی گڑھستن
کوئی اٹھی ہے جھاڑو نے کہ
بچوں کا منہ اک نے دھلا کر
لڑکوں نے لے بغل میں ستہ
میں آ۔ تو آ۔ یہ آ۔ وہ آ
گھوڑا۔ گچی۔ ٹسم۔ یہ
کایا بیٹی ذیب بھر کی
دھوتی ہو بیٹھی گھر کے برتن
جھاڑ رہی ہے کپڑے بستر
رکھ دیا آگے ناشتہ لا کر
گھر سے لیا اسکول کا رتہ
لگ گئی بازاروں میں جبا
شکر م۔ تا۔ گا۔ بہلی جھکڑا

جس کے جدھر ہیں سینک سہا آتے جاتے نظر میں آتے
 بانی سکل پر کوئی چڑھا ہے پیدل کوئی آگے پڑھا ہے
 منشی - بابویشن ایبل دیکھ رہے ہیں ٹائم بیل
 لیس ہوئی خلقت ساری کاروبار کی ہر تری
 کوئی کہاں تک لکھتا جائے
 کوزے میں دریا کیسے سائے

سید علی احسین

۳۹ - گرمی کا موسم

مئی کا آن پہنچا ہے مہینہ
 بجے بارہ تو سوج سر پہ آیا
 بہا چوٹی سے اڑی ہلکے
 ہوا پیروں تلے پوشیدہ سایہ
 لپٹ ہی آگ کی گویا کڑی دھوپ
 چلی لو اور ٹڑتے کی پڑی دھوپ
 زمیں ہی یا کوئی جلتا تو ہے
 کوئی شعلہ ہے یا گھپوا ہوا ہے
 درو دیوار ہیں گرمی سے تپتے
 بنی آدم ہیں مچھلی سے تر پتے
 پرندے اٹکے ہیں پانی پر گرتے
 جہزندے بھی ہیں گھبرائے سوچتے

درندے چھپ گئے ہیں جھاڑیوں میں مگر ڈوبے پڑے ہیں کھاڑیوں میں
 نہ پوچھو کچھ غریبوں کے مکاں کی زمیں کا فرش ہو چھت آسماں کی
 نہ نکھار نہ ٹٹی ہے نہ کسرہ ذرا سی جھونپڑی محنت کا ثمرہ

امیروں کو مبارک ہو حوصلی

غریبوں کا بھی ہے اللہ بے بسی

اسمعیل

۴۰۔ گرمی کی شکایت

جوش ہے یہ بہار میں اس سال لب جو پر ہے عکس کا تجال
 لالے کے ہر پرغ پر اس آن لٹ دھوئیں کی ہر شاخ نافران
 جل گئیں سیلیں رہ گیا ہے کاٹھ روشنی کا ساداریت ہے ٹھاٹھ
 بوند کو دل صدف کا ترے ہے ابر نیساں سے آگ بر سے ہے
 اب زمیں پر زبس پڑے ہے دھوپ سرسوں کے کھیت کساہی کچھ روپ
 سائے کی تیرگی پہ کر تو نکلا قرب سے دھوپ کے ہواہر سیاہ
 خلق کا شنگی سے ہے یہ حال طفل کو مشک دو جواں کو پچھال

تو بھی نیرت انھوں کی بھرتی نہیں
پیا سے مرتے ہیں پیاس مرتی نہیں
پانی کتنا ہی پیٹ میں ہو اب
شکل آئینہ خشک رہتے ہیں لب جلد
رات سووے زمیں پہ جو انسان
کروٹیں یوں لے جوں توے پر زبان
پسوجب کاٹے تبڑے مارے ہاتھ
سر و سینہ کو پیٹے ساری رات
گرمی پڑتی ہے یا حسد کا قہر
کیا کہوں تجھ سے میں کٹھن بہ شہر
پادشاہوں کی پادشاہی ہی
آگ بستان کی دہائی ہے
غیر تہ خانہ جائے امن نہیں
اب کچھ آرام ہے تو زیر زمیں

سودا

۴۔ گرمی کا موسم

آج کل کچھ گرم ایسا ہو گیا ہے آفتاب
آ رہا ہے یاد لوگوں کو قیامت کا عذاب
جس کو دیکھو اپنے بستر پر پڑا ہے بتیرا
بے بسی میں لے رہا ہے کروٹیں سیاب
ہر کسی مضطر کے سر پر تولیہ بھیگا ہوا
دے رہا ہے کوئی منہ پر اپنے چھینٹا آب کا
ہر کسی تھکتے جگر کو ٹھنڈے پانی کی تلاش
برف کی رکھے ہوئے ہے کوئی منہ میں اپنی تاش

آگ کی مانند نپکے سے نکلتی ہے ہوا
جائز دل راستے میں دھوپ کے جو پڑ گیا پامال ہے
باد کش کو شعلہ کش گرمی فی باطل کر دیا
لو کے معمولی تھیرے میں نکل جاتا، روم
تاب و زخ سے مشابہ یہ لو کا حال ہے
ہو گئی ہر جان کو ہر وقت کی آندھی عذاب
ایسی حالت میں کوئی باہر نکالے کیا قدر
آسمان پر یا الہی آگ کیسی لگ گئی
گرمی کے مارے نظر آتا ہی سارا گھڑاب
شدت گرمی سے سونا ہو گیا قطعاً حسرم
ہوتی رہتی ہے جو یون بھل کی بارش ہر گھڑ
کیا کہیں کس سیرکاری سے سب مروتی ہر رات
دیکھیے ہوتا ہے کب تک اس بلا کا اختتام
لو کی آفت سے نہیں اس وقت بھی ملتی بجا
موسم باراں کا بید ہو رہا ہی انتظار

دیکھیں ہادی کب بدلتا ہو فلک کا انتظام
دیکھیں کب لاتی ہو بارش زندگانی کا پیام

ہادی

۴۲- گرمی کی شدت

کوسوں کسی شجر میں نہ گل تھے نہ برگ پائے
ہستا تھا کوئی گل نہ لکتا تھا سبزہ زار
ایک ایک نخل جل رہا تھا صورت چنار
کانٹا ہونی تھی سو کھ کے ہر شاخ بار بار

جلد اول

جلد اول

گرمی نہ تھی کہ ریس کے دل سے کہے سہو تھے
 پتے بھی مثل چہرہ بد قوق زرد تھے
 شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مائے کچھارے
 آئینہ مہر کا تھا مکہ ز غبار سے
 گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
 جھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

انیس

سہم - گرما

گرمی کا ہوا ہے گرم بازار
 دیکھو جسے رنگ چہرہ فق ہے
 جینے سے ہوئی ہے روح بیزار
 گرمی سے بدن عرق عرق ہے
 لالی چہرہ پہ وہ نہیں ہے
 نیلم لب لبال ناز نہیں ہے
 تسکین پیاس کو نہیں ہے
 استقا ہونے کا یقین ہے
 گرمی انیس کہ بے سری ہے
 کیا خاک اُڑاتی سر چڑھی ہے
 گرمی کے عوض زمین پہ بارے
 گردوں سے برستے ہیں شرارے

جلاقل

کیسا ہی مکان کو بساؤ اور خس کی بھیٹیاں لگاؤ
 چھڑکی جائیں وہ گو واما دم اور پنکھے بھی چل رہے ہوں بہیم
 ہو وہ صو پ کا بھی بچاؤ جہر پند رخنے ہوں شعاع آنے کے بند
 پانی کی صراحیوں بھری ہوں اور برف کی تھلیاں مٹری ہوں
 سامان طرب ہوں سب سے سر پر چین کہاں جو پائیں دم بھر
 جب با و سموم آئی سن ستائے نکل گئے بدن سے
 رہنے کا کہاں ہے ٹھکانا
 تنور بنے جو سرد خانہ

سید احمد عاشق

۴۴- گرما

ہو امیں تمازت کا ہے یہ اثر کہ اڑتے ہیں ذرے بربگِ شمر
 نہ سایہ نہ سبزہ نہ پانی کہیں دکھتی ہوئی ویرستیلی زمیں
 وہ لُوا اور گر جی حندا کی پناہ کہ ریگِ سیاہاں کی حالتِ تباہ
 زمیں پر اگر رکھ دے لاکر کوئی بھری مشک بھی کھ جائے ابھی

ذرا بھی اگر اس طرف کو اٹھے تو پائے نگہ میں پڑیں آبلے
 پرندوں کا ہوا اس طرف جو گذر
 بلندی سے جھن کر گریں خاک پر

جذوق

بینظیر

۴۵۔ شب گرما

وہاں آکے بیٹھا وہ فرخندہ تخت	بچھا صحن میں تھا بڑا سا جو تخت
بہم کھا کھلا کر ہوئے شادماں	لگا سامنے آکے بستا رخاں
بچھو نوں پہ آئے قرینے سے تب	فراغت ہوئی کھانے پینے کو
پڑیں چادریں اُن پہ ممتا بنگ	برابر برابر بچھے تھے پلنگ
ستارے تمام اُن پہ بکھرے ہوئے	فلک نیلگوں رنگ نکھرے ہوئے
کہ سورج کا منہ کر دیا ماند تھا	چمک کر چڑھا چرخ پر چاند تھا
سیاہی اُدھر رنگ دکھلا رہی	ادھر چاندنی نور پھیلا رہی
کہ چادر ہو جیسے ستاروں بھری	وہ چھائی ہوئی رات تاروں بھری
کہ بیٹھا تھا شکوہ سیٹا ہوا	پتنگری پہ لڑکا تھا لیٹا ہوا

پدھتا جوتا ریخ کا راز دواں
 دیا یہ فرہ ان حکایات نے
 ہوا آ کے پنکھا ہلانے لگی
 تھکے ماندے دن بھر کے تھی ہو رہے
 بیاں کیا کروں رات کی شان کا
 پڑا غیند میں مست سارا جہاں
 پڑے سوجے سب ایسے مدہوش تھے
 و رختوں میں تھیں جو گزرتی ہوئیں
 شبِ تار بھی نیند میں آن کر
 ہمیشہ زمانہ کا دستور ہے
 کہ چمکا ستارہ سگاہ کا
 ستاروں کی آنکھیں جھپکنے لگیں
 شبِ تار کا رنگ فق ہو گیا
 سحر کے جو عالم نمودار تھے
 لگے بولنے سب سحر کے طور
 سناتا تھا ہر دم نئی داستان
 کہ انگڑائی گروں پہ لی آئی
 ہر اک کو غرض نیند آنے لگی
 دوپٹے لئے تان اور سو رہے
 زمانہ میں عالم ہے سنان کا
 نہ تھے چور باقی نہ تھے پاساں
 کہ گھڑیاں تک بھی تو خاموش تھے
 زمانہ پڑا کرتا تھا سائیں سائیں
 سیہ چادر اپنی پڑی تان کر
 اندھیرے سے کڑا عیاں نور ہے
 ہوا رنگ پھیکا رخِ ماہ کا
 تعجب سے مشرق کو تکتے لگیں
 چراغِ سحر جاں بحق ہو گیا
 دھوئیں اڑ رہے تھے تار کے
 گئی ان کی آواز نزدیک دو

وہ لڑکا تھا جو بستر خواب میں ستارہ ہو جوں چادر آب میں
 اُٹھ کر کہا اُس نے تکیے سے سر
 سلامٌ علیکُم مبارک سحر

الزاد

۴۴۔ اندھی

سُرخ اندھی بھی کیا قیامت کے
 قمر ہے اک بلا ہے آفت ہے
 ہوتا ہی کیا مہیب نظارہ
 خون بن جاتا ہے افق سارا
 گرد و کاشیا نہ تنہا ہی
 اک نیا آسمان بن رہا ہی
 ہر ہر اہٹ کی اک صدا اُٹھ کر
 کرتی ہے سب کو پہلے ہی خبر
 شور کرتی ہوئی جب آتی ہے
 سر پہ دونوں جہاں اُٹھاتی ہے
 راہ میں سب کے پیچھے پڑتی ہے
 مل گیا جو اسی سے لڑتی ہے
 سخت جھونکے جب اس کے ستارے ہیں
 پاؤں چلنے میں ڈگمگاتے ہیں
 خوف کھاتے ہیں بحر و براس
 کانپتے رہتے ہیں شجر اس سے
 کہیں رونق چین کی کھوتی ہی
 جا کے کشتی کہیں ڈبو تی ہے

جہول

باغ کو کرتی ہر خراب اک نخت
 پنج وین سوا کھارتی ہر نخت
 پوری طاقت پہ جب یہ آتی ہی
 چلتی ریلوں کو بھی گراتی ہی
 کہیں کھپریوں کو گراتی ہے
 چھپروں کو کہیں اڑاتی ہے
 گھر پہ ہوتے ہیں اس کے جب جلے
 رہنے پاتے نہیں بجائے
 پیٹتی ہی کواڑوں کو آکر
 توڑ دیتی ہر شیشوں کو اکثر
 کہیں گلہ ان مینر سے پھینکا
 کہیں ڈنکرے آئینہ کو کیا
 کہیں تصویر آکے بھٹے گری
 چھن سے ٹوٹی کسی جگہ چینی
 یہ گئی ٹوپی وہ گیار د مال
 ریت کے ذرے منہ میں آتی ہیں
 بس میں رکھنا ہر اک نکتہ محال
 سر پہ بالوں کی ہر عجب حالت
 دانت رہ رہ کے کر کرتے ہیں
 جس کو دیکھو ہر بھوت کی صورت
 سہ پہر کپڑوں کو جھاڑتا ہی کھڑا
 مہر پہ رہ رہ کے ہر کوئی بلتا
 جان کیوں کر نہ اس ہی ہو نیرا
 گر دکا ہر طرف ہی اک انبار
 نہ دری کا پتہ نہ متالیں کا
 خاک کا فرش ہر طرف ہی بچھا

جب یہی آئے دن کا قصا ہی
 اس کا ہادی فضول رونا ہی
 ہادی

۴۷۔ گرمی کا موسم

جلد اول

گرمی سے تڑپ رہے تھے جاندا
 اور دھوپ میں تپ رہے تھے کسار
 بھویل سے سوا تھا ریگ صحرا
 اور گھول رہا تھا آبِ دریا
 تھی لوٹ سی پڑ رہی چمن میں
 اور آگ سی لگ ہی تھی بن میں
 ساندے تھے بلوں میں منہ چھپائے
 اور ہنپ رہے تھے چار پائے
 تھیں لومڑیاں زباں نکالے
 اور لوسے ہرن ہوئے تھے کالے
 چیتوں کو نہ تھی شکار کی سُدھ
 ہرنوں کو نہ تھی قطار کی سُدھ
 تھے شیر بڑے کچھار میں سُست
 گھڑیاں تھے رودبار میں سُست
 ڈھوروں کا ہوا تھا حال پستلا
 بیلوں نے دیا تھا ڈال کنہا
 بھینسوں کے لمونہ تھا بدن میں
 اور دودھ نہ تھا گلوں کے تھن میں
 گھوڑوں کا چھٹا تھا گھاس دانہ
 تھاپیاس کا اُن پہ تازیا نہ
 طوفان تھے آندھیوں کے برپا
 اُٹھتا تھا بگولے پر بگولا
 آسے تھے بدن پہ لوسے چلتے
 شعلے تھے زمیں سے نکلتے
 تھی سب کی نگاہ سوئے افلاک
 پانی کی جگہ برستی تھی خاک

جلقل

پنکھے سے نکلتی جو ہوا تھی وہ بادِ سموم سے سوا تھی
 سات آٹھ بجے نئے نچھٹک جانداروں پھوپ کی تھی سٹک
 ٹی میں تھا دن گنوا تا کوئی تہ خانہ میں منہ چھپاتا کوئی
 بازار پر پڑے تھے سارے سنسار آتی تھی نظر نہ شکل انسان
 چلتی تھی دکان جین کی دن رات بیٹھے تھے وہ ہاتھ پر مرے ہات
 خلقت کا، نجوم کچھ اگر تھا یا پیا ویا بیل پر تھا
 پانی سے تھی سب کی زندگانی میلا تھا وہاں جہاں تھا پانی
 تھیں برف پیتیس لپکتی فالوے پر رال تھی بکتی
 تھے جو خفتانی اور مراقی گرمی سے نہ تھا کچھ ان میں باقی
 کھانے کا نہ تھا انھیں مزہ کچھ آٹھ آٹھ پیر نہ تھی خدا کچھ
 بن کھائے کئی کئی دن اکشر رہتے تھے فقط ٹھنڈا میو
 شب کٹتی تھی ایڑیاں رگڑتے صبح تھے پکڑتے
 بچوں کا ہوا تھا حال بے حال کملائے ہوئے تھی پھول و گال
 آنکھوں میں تھا ان کے پیاسِ سودم تھے پانی کو دیکھ کر تے خم خم
 پانی دیا اگر کسی نے لا کر پھر چھوڑتے تھے نہ منہ لگا کر

تخصیص تھی کچھ نہ میری تیری پانی سے نہ تھی کسی کو سیری
کل شام تک تو تھی ہی طور پر رات سے ہی سماں ہی کچھ اور
پُرودا کی دُعا تھی پھر رہی ہے بچھوا سے خدائی بچھ رہی ہے
برسات کا بج رہا ہے ڈنکا
اک شور ہے آسمان پہ برپا

حالی

۴۸۔ آندھی

درختوں پہ سناٹا پیدا ہوا غبار ایک جانب ہو پیدا ہوا
ہوا میں بڑھا جیس شورش بڑھی یکایک مگر کوئی تندی چڑھی
کہ اتنے میں جھونکے بھی آنے لگو درختوں کی گردن جھکانے لگو
بنا صحنِ محشر کا تختہ وہ بن گرے دُور جا جائے نخل کُسن
غضب کی قیامت کی آندھی چلی کہ رفتار سے رُک گئی ریل بھی
زمینِ فلک پر چھپا یا غبار کہ دیقت ہو رشکِ شبِ ٹٹے تا
یکایک جو کڑکھا ہوا برق کا تو دی رعد نے بھی گرج کی صدا

بڑے زور سے فینہ برسنے لگا کسی کے لیے جی ترسنے لگا
وہ سیلاب صحرا وہ ٹھنڈی ہوا راوہرا در اوہر خوب پانی بھرا
اے فضل میں دیر لگتی نہیں،
نہ ہو اس سے مایوس کوئی حریف

بینظیر

۴۹۔ نمودا بر

ہو اوج جلوه پیرا خوش نما اب پکار اٹھے سبھی احسنت یا ابر
نہ ہو کیوں دل کو ٹھنڈا کہ جسم کو نور چمکتی برق ہی اور چھا رہا اب
نصارت بڑھتی جاتی ہی بدن میں چلا آتا ہی جوں جوں جھومتا اب
منے کیا لے رہی ہی روح اپنی برستہ ہی غیب یہ جاں فزا ابر
نکلے تھے شرارے جس زریں سے وہ ہوا بے سبزہ زار پر فضا ابر
کئے مٹی سے کیا حشرات پیدا یہ اعجازِ سیجائی کیسا اب

نشاط اب مانگ لے حق سے عاتو

نشاط

وہ رحمت پر ہے جو ہے گھبرا ابر

جلد اول

۵۰۔ آمدِ ابر

گھٹا اودوی اودی سی کی چھا گئی	بہار چمن رنگ پر آگئی
پروں کو ادھر مور تو نے ہوئے	گھٹائیں اُدھر بال کھولے ہوئے
وہ کوئل غضب نے بجاتی ہوئی	پیپیوں سے تانیں لڑاتی ہوئی
ہوا دوش پر شال ڈالے ہوئے	گھٹاؤں کے بچل نبھالے ہوئے
گھٹائیں وہ بگلوں کی ہر سوطا	کہ ظلمت میں آبِ حیات آشکا
سیاہی میں یہ اُجلی اُجلی لکیر	رواں دامنِ کوہ میں حجے شیر
یہ کساریں راہ چھوٹی ہوئی	سڑک سنگ مرمر کی کوٹی ہوئی
زمین و فلک پر ہجرتی کا شور	گرجتے ہی بادل کے چلائے مو
کبھی ابر گریاں۔ کبھی خندہ زن	ہے دیوانے کا سونگ چرخِ کمن

فلک پر گرجتا ہے ابرِ مطیر

زمین پر نہ کیوں زندگائیں کبیر

بینظیر

۵۱۔ روانی ابر

جلد اول

یہ باریک بوندیں یہ گہری گھٹا
 درختوں سے طائر اڑیں کیا مجال
 یہ نشوونما کی سبک خیزیاں
 چین کو گھٹا کا رسالا چلا
 گرج بادلوں کی سناتی ہوئی
 ٹھہرنے کا جو نام لیتا ہے آج
 جو کرتا ہے شوخی کچھ ابر رواں
 گھٹا قص پر داہرستی ہے آج
 بلندی کو نظروں میں تولے ہوئے
 ہر ایک اپنی رفعت دکھانے لگی
 ہوا چٹکیوں میں اڑاتی ہوئی
 گرج شہر میں اٹھائے ہوئے
 یہ سرگرم زینت فروشی گھٹا
 یہ سبزہ خشک اور ٹھنڈی ہوا
 پھماروں ڈوڈالا ہر جالی کا جال
 نسیم و صبا کی دل آویزیاں
 کہ لد کر صبا پر اٹا لا چلا
 بہار آئی دُنکے بجب جاتی ہوئی
 اُسے گھر کیاں عد دیتا ہے آج
 لگاتی ہیں کوڑے اُسے بجلیاں
 کہ موروں پر آواز کستہ ہے آج
 یہ پریاں اڑیں بال کھولے ہوئے
 کہ گردوں میں تھکلی لگانے لگی
 انھیں انگلیوں پر خپاتی ہوئی
 نویں آسماں پر چڑھائے ہوئے
 کہ آنچل لٹکنے نہ پائے ورا

مگر زورستی سے چلتا نہیں ہوا میں دوپٹہ سنبھلتا نہیں
گھٹا کو بس عشرت بجاتی ہوئی سلامی کی تو میں چلاتی ہوئی
سیمہ ست بادل جو چھائے ہیں آج
یہ پابوس ساقی کو آئے ہیں آج

مینظیر

۵۲۔ رونق بارش

جو سوکھی زمیں پر ترشح ہوا نکلتی ہی بوسوندھی سوندھی سچی
گر جتے ہیں بادل چمکتی ہے برق ہوا صحن کا صحن پانی سے غرق
گئی نیند اُچٹ پانی کے شو سے بھی جاتی ہیں نالیاں زور سے
چمکی ہے بنگلے کی وہ اولتی کہ ہوتا رسیں کی چلن پڑی
ہوا زور سے چلتی ہے بار بار پہنچتی ہے کمروں کے اندر بھپا
بننا ہے جو وہ ٹین کا سا بناں ہی اس وقت ارگن کا اس بنگلے
عجب لے سے پانی برستا ہوا آج کہ زبا بھی نے کو ترستا ہوا آج
چٹانوں پر کیا لطف نظارہ ہی کہ جو بوند ہے ایک فوارہ ہے

جلد اول

صبا کے جلابچے جو کھائے ہیں آج تو پونے سڑوں کو جھکائی ہیں آج
چلی آتی ہے بدلیوں کی قطار ہوا کے میں گھوٹے پہ بادل سوا
دھواں مہار اس وقت چھایا دوا بہ فلک پر سیت آیا ہے ابر
اٹھی شاخِ گل سبزہ کو چوم کر برستی ہو کیا کیا گٹھا جھوم کر
ہیں آہستہ سبز پوشانِ باغ ہوا غسل سے ہر شجر کو فراغ
یکایک رُک کی بوند ٹھہری ہوا نظر آتی ہے اور ہی کچھ فضا
تروتازہ ہر نخل ہے شاد کام لبالب ہیں پانی سے تھالے تما
وہ باغوں میں جھولے پڑے مٹیا وہ سادوں بھی گانے لگے گلغذا
وہ آموں کے اشجار پر سامنے کوئی کوکتا ہی بڑے زور سے
یہ ہی اس صدا کا اثر کان پر کہ دل لوٹ جاتا ہی ہر تان پر
ادھر کہ رہی کوئی پی کہاں سنایہ تو قابو میں پھر جی کہاں
کہیں کوئی چلا رہا ہو کہ ہاں ذرا دیکھنا اس گھڑی کا سماں

پروں کو سمیٹے ہوئے وہ طیسور
وختوں پہ بیٹھے ہیں کیا دُور دُور

بینظیر

۵۳۔ برکات

جلد اول

گرمی کی طیش بُجھانے والی	سرودی کا پیام لانے والی
قدرت کے عجائبات کی کان	عارف کے لیے کتابِ خان
وہ شاخ و دخت کی جوانی	وہ مور و بلخ کی زندگانی
وہ سالے برس کی جانِ بسات	وہ کون خدا کی شانِ برسات
آئی ہو بہت دعاؤں کے بعد	اور سینکڑوں التجاؤں کے بعد
برسات کلج رہا ہے ڈنکا	ایک شور ہے آسماں پہ برپا
ہزار کی فوج آگے آگے	اور پیچھے ہیں دل کے دلِ نوا کے
ہیں رنگ بزمِ گ کے رسلے	گورے ہیں کہیں کہیں ہیں کالے
ہر چیخ پہ چھاونی سی چھاتی	ایک آتی ہے فوج ایک جاتی
جاتے ہیں مہم پہ کوئی جانے	ہمراہ ہیں لاکھوں توپ خانے
توپوں کی ہے جب کہ بارِ جلی	چھاتی ہے زمین کی دہلی
مینہ کا ہے زمیں پر ڈیڑا	گرمی کا ڈبو دیا ہے بیڑا
بجلی ہے کبھی جو کوند جاتی	آنکھوں میں ہو روشنی ہی آتی

گنگھو گکھائیں چپا رہی ہیں جنت کی ہوائیں آرہی ہیں
 کوسوں ہے جدھر نگاہ جاتی قدرت ہو نظر خدا کی آتی
 سورج نے نقاب لی ہے منہ پر اور دھوپ نے کیا ہے بستر
 باغوں نے کیا ہو غسل صحت کھیتوں کو ملا ہے سبز جلعت
 سبزہ سے ہو کوہ و دشت معمور ہو چار طرف برس رہا نور
 بٹیا ہے نہ ہے سڑک نمودار اٹکل سے ہیں راہ چلتے رہوا
 ہونگ و شجر کی ایک وردی عالم ہے تمام لاجوردی
 پھولوں سے پٹے ہوئے ہیں گھما دولہا سے بنے ہوئے ہیں اشجا
 پانی سے بھجے ہوئے ہیں جل جہل ہے گونج رہا تمام جنگل
 کرتے ہیں پھٹے پیہو پیہو اور مونچھ پڑتے ہیں سحر
 کوئل کی ہو کوک جی بُجاتی گویا کہ ہے دل میں ٹپٹی جاتی
 مینڈک جو ہیں بولنے پہ آتے سنار کو سر پہ ہیں اٹھاتے
 ابدا آیا ہے گھر کے آسمان کلمے ہیں خوشی کے ہرزباں پڑ
 مسجد میں ہو در و اہل تقوے یارب لنا ولا علینا
 مندر میں ہو ہر کوئی یکساں کر پا ہوئی تیری میگہ راجا

جلد اول

کرتے ہیں گرو گرو گرتھی گاتے ہیں بھجن کبیر پن্থی
 جاتا ہے کوئی لہار گاتا ہر دیس میں کوئی گنگنا تا
 بھنگی میں نشہ میں گاتے پھرتے اور بانسریاں بجاتے پھرتے
 سرّوں کوئی گار رہا ہے ٹھہرا چھڑا ہر کسی نے ہیرا انجھا
 رکھناں جو بٹے ہیں جین مر کے ڈھکنے ہیں دیوں پہ ڈھکنے پھرتے
 کرتے ہیں وہ یوں جیوں کی رکشا
 مابعل نہ بجھے کوئی پستنگا،

کھم باغوں میں جا بجا گرتے ہیں جھولے ہیں کہ سوسو پرٹے ہیں
 کچھ لڑکیاں بالیاں ہیں کم سن جس کے ہیں کھیل کود کے دن
 ہیں پھول رہی خوشی سے ری اور جھول رہی ہیں باری باری
 جب گیت ہیں ساری لڑکیاں گاتی جنگل کو ہیں سر پہ وہ اٹھاتی،
 اک سب کو کھڑی جھلا رہی ہے اک گرنے سے خوف کھا رہی ہے
 ہواں میں کوئی ملا رگاتی اور دوسری پیٹک ہو چڑھاتی
 گاتی ہر کبھی کوئی ہنڈولا کستی ہے کوئی بدیسی ڈھولا
 اک جھولے سے وہ گری ہو جا کر
 سب منہستی ہیں مسقمہ لگا کر

جملہ نقل

ندی نالے چڑھے ہوئے ہیں تیر کوں کے دل تھے ہوئے ہیں
گھڑ ناؤ پہ ہے سوار کوئی اور تیر کے پہنچا پار کوئی
بگلوں کی ہیں اڑیں آکے گرتی مرغابیاں تیرتی ہیں پھرتی
چپکے ہیں یہ پاٹ ندیوں کے دن بھر میں ہیں بیٹے جا کے لگتے
زوروں پر چڑھا ہوا ہے پانی موجوں کی ہیں عورتیں ڈرائی
ناویں ہیں کہ ڈلگتا رہی ہیں موجوں کی تھپیریں کھا رہی ہیں
ملاحوں کے اڑے ہیں اوسان بیڑے کا خدا ہی بنے نگہبان

منجھدا ہار کی رویہ زور پر ہے

بجلی کو بھی جان کا خطر ہے

حالی

۵۴۔ برکھات

اٹھ ساتی برکھات آئی بجلی چمکی بدلی چھائی
پانی برسا بادل گرجا پڑے ہیں جھولے باغ میں ہرجا
اڑیں ملا ریں گڑے ہنڈولے گامیں سکھیاں پھٹے بولے

رات کو جھینگر چھونکے نفیری دن کو ساون گائے جھنپیری
کیس پور بیئے آٹھا گائیں جھولے ڈالیں پینگ لگائیں
اپنے رنگ میں سب متوالے گجری گائیں بنارس والے
چمک رہا ہے سارا جنگل ساکے دخت ہیں تارا منڈل
اگلا جھولے بگلا جھولے
کریا یا اس کریلا پھولے

عدیل کنٹوری

۵۵- برسات

وہ دیکھو اٹھی کالی کالی گھٹا ہر چاروں طرف چھانے والی گھٹا
گھٹا کے جو آنے کی آہٹ ہوئی ہوا میں بھی اک سنسناہٹ ہوئی
گھٹا آن کر سینٹ جو برس گئی تو بے جان مٹی میں جباں آگئی
زین ہنرے سے لہلہانے لگی کسانوں کی محنت ٹھکانے لگی
جڑی بوٹیاں پیر آئے نکل عجب بیل پتے عجب پھول بھل
ہر اک پیڑ کا اک نیلا ٹھگ ہو ہر اک پھول کا اک نیلا رنگ ہو

یہ دو دن میں کیا ماجرہ ہو گیا کہ جنگل کا جنگل ہرا ہو گیا
جہاں گل تھا میدانِ جُپیل پُرا وہاں آج ہر گھاس کا بن کھڑا
ہزاروں بچھد کئے لگے جانور
بھل آئے گویا کہ مٹی کے پر

جلد اول

اسمعیل

۵۶۔ برسات

ابھی اندھیرا ابھی اُجسالا بادل تو بر تو
جنگل جنگل کو سوں جل تھل گویا ساگر تھا
جھیلیں تال تلاء، تلیں جیسے چھلکتا جام
تیز ہوا کی ٹکر کھا کر جھیلوں میں اک جوش
لاتے پل کی چھوٹی پلیں ڈالوں تک بھر پور
جھاڑی بوٹی روکھ اور پودے اونچے نیچے پڑ
ایک ٹہنی کی موسلا دھاریں پھر پُر داکا زور
سائے بگئے، بڑا مرغابی ہوا اور چھ ہرا

بوندا بادی گھبی پھوار اور کبھی ٹھرا ڈھڑ
ٹپڈٹھٹکھو اور منڈھے ٹاپو کی تماش
سُریں لیکھیں، باٹاؤئیں ندیاں بنی تلم
لہریں چکر بھنور پٹاریں اُٹھتی دُشمن موش
پلیں کھاتا جھاگ اُڑاتا پاتی گرتا سورا
بچھ بچھ جلتے جھاسے کھا کر موج ہوا کی ایڑ
کھیت گرتے گرتے جیسے دم گر اُڑے مور
اُڑتے اک اک اوج ہوا پر کوئی باندھ قطا

جائزہ

ڈکی ماریں تیریں اچھلیں کبھی مچائیں شور
پھر بھی سوکھے واہ سے ان کے پیر پڑو گن زور

جلال مراد آبادی

۵۷۔ بارش

ابر تھا چھایا ہوا اوفصل تھی برسات کی
تھی زمیں پہننے ہوئے وردی ہری ٹانگ کی
آفتاب اٹھنے ہوئے تھا چادر ابرسیاہ
برق کی چمک نے نی سے خیرہ ہوتی تھی نگاہ
بادل اتنے میں رزنا سفتہ برسانے لگے
داستانِ قلم و اعمال کو دہرانے لگے
جھوم کر اٹھی گھٹا برسی بس کر چھٹ گئی
گرد کی چادر زمیں کو منہ سے فوراً ہٹ گئی
بادلوں کو نور خورشید اس طرف چھنے لگا
سائبانِ قوسِ قزح کا اس طرف تنے لگا
سبزہ زاروں میں کلیں کہتے پھرتے تھے ہر
تھا مہمان کا ہر اک کو ناخشن اندر خشن
جنگلوں میں مست ہو کر نچو پھرتے تھے مور
کوہاروں میں چکوروں نے چار کھا تھا شو
وٹھل کے پہنچا تھا اُفت کے آسمان تک قباب
تھی شفق کی اس کر منہ پر ایک نارنجی نقاب
یہ نظر آتا مناظر تھے کچھ ایسے دل فریب
ہاتھ سے جاتا رہا دل میری اور دل شکریب

عالم از خود رفتگی کا مجھ پہ طاری ہو گیا
جوشِ مستی کا مری ہر گ میں ساری ہو گیا

جلد ۱

ظفر علی خان

۵۸۔ فضا ہے شرکال

اٹھا وہ جھوم کے ساتی چمن میں ابر بہا
چٹک ہی ہیں تنگو نے برس ہی ہو چھوٹا
سہی قدوں کا جھگٹ کنار آبِ رواں
کہ برج میں لبِ جنما ہی گوپیوں کی قضا
ترانہ ریز ہے یوں شیخِ سرود پر قمری
کہ جیسے گاتی ہو مدھن میں کھی سُن دنا
ہر موتیوں کی لڑی یا قطارِ بگلوں کی
ہو امیں اُڑتے ہیں جلگو کہ چھوٹے ہیں انا

عجب نشاط ہے بادہ کشو چلو تو سہی

پیامِ عیش ہے لایا چمن میں ابر بہا

سرور حسان آبادی

۵۹۔ فضا ہے شرکال

ذوقِ مینوشی بڑھاتی دیکھنا برسات کی
اور لے اُڑتی ہے مستوں کو ہوا برسات کی

ابو دریا، سبزہ ساقی، یا مٹرب دخت ز
 ہوں یہ سب ماں تو پھر کھیں قضا برسات کی
 رنگ میں ڈوبے ہوئے میں تو عروسانِ حین
 جلال
 پتی پتی سے بہتی ہے ادا برسات کی
 موزاچے کو ملیں کوئیں پیسے بول اٹھے
 وصل کے دن آگئے فصل کی کیا برسات کی
 ساقیا جامِ سب سے ایسی آرایش مٹھے
 آگے میخانہ پہ صدقہ ہو گھٹا برسات کی

امیر

۶۰۔ ابر کی آمد

لہر ادیا صبا نے جو کل سبزہ زار کو
 دوہیں گھٹانے گھیر لیا چشمہ زار کو
 جوشِ خروشِ عدنے یہ دھوم دھام کی
 ہرگز کوئی کسی کی نہ پہنچا پکار کو
 بجلی تڑپ تڑپ کر دکھانے لگی چمک
 رونق ہوئی دو چند ہر اک برگ بار کو
 کچھ لکھ رہا، سیلابِ سپید و سیاہ و سرخ
 متناہ جھوم جھوم چلے کوہِ سار کو
 ہم مشرب اپنے چند جواں تھے سونہر پر
 تشریف لے گئے وہ بتوں کے شکا کو

انشا

۶۱- ابر کرم

جلد اول

چلنا وہ بادلوں کا زیں چوم چوم کر
 بجلی کو دیکھو آتی ہی کیا کوئدتی ہوئی
 آتی ادھر صبا ہے اوھرے نسیم بھی
 مستی میں جھومنا وہ جو انان باغ کا
 سیرہ کے عکس سے درو دیوار سبز سبز
 ان سبز سبز کیاریوں پہ دل میں لوٹتے
 شبنم عجب بہا ہے اپنی دکھا رہی
 پتوں پہ آب رنگ سے مینا لگا رہیں
 لو بادل اب گر جتے ہوئے سر پر آگئے
 کیا مست آیا جھوم کے سرشار ابر ہے
 لیکن یہ باجرا سا برسنا پھوار کا
 بوندوں میں جھومتی وہ درختوں کی ڈالیاں
 وہ ہنسیوں میں لپٹی کے تھڑھے چھلک ہی
 اور اٹھنا آسمان کی طرف جھوم جھوم کر
 سبزہ کو ٹھنڈی ٹھنڈی ہو اوروندتی ہوئی
 اور ان کے ساتھ ساتھ ہی آتی شمیم بھی
 جھک جھک کر لینا ہاتھ سگیل کے ایان کا
 سیراب باغ و دشت تو کسار سبز سبز
 طوطے بزنک طاہر بسمل میں لوٹتے
 موتی نکھیرتی ہے جو سر لٹا رہی
 ٹپکیں اگر ہوا سے تو میرے کا ہاڑیں
 اور شامیانے شرق سے تاغرب چھلگئے
 بے سے گال آج خوب دھواں ہاڑا ابر ہے
 ہیگک پیام ابر باری کے تار کا
 اور سبز کیاریوں میں وہ پھولوں کی لالیاں
 وہ کھاڑیاں بھری ہوئیں تھلے چھلک ہی

آپ رواں کانالیوں میں لہرا رہا : اور رُئے سبز زار کا دھوکہ سنوارنا
 گزنا وہ آبشار کی چادر کا زور سے : اور گونجنا وہ باغ کا پانی کے شور سے ^{جلد دل}
 جل تھل ہیں کوہِ دُشت میں تالاب کے : گویا چھٹک رہے ہیں کٹوئے گلاب کے
 ہر جا پہ طائرانِ چین غول غول میں : آپس میں بولی بول کے کرتے کول میں
 کوئل کا دُور دُور درختوں پہ بولنا : اور دل میں اہل درد کے نشتر گھنولنا
 طاؤس کا وہ دُم کو چپور کر کے ناجنا : اور مورنی کا اشک کے موتی کو جانچنا
 لیکن چمن سے ناچ کے چلتا جو مور سے : اک ققمہ طبعِ سبز لگا تاج کو پہنے
 اہلی کے اک رخت میں جھولا پڑا ہوا : اور ساتھ اُس کے ام کا ٹپکا لگا ہوا
 جھولوں میں نوجواں ہیں بنگلیں جٹھا ہے : اور بچے ام کے ہیں پیہیے بجھا ہے
 سائن کو گیت اٹھا ہے طوفانوں میں : پردیسیوں کی یاد سے ارماں دلوں میں
 پھر مجھ کو رشک ہی اسی مستِ مدام پر : جس کی کہ میکشی نہیں موقوفِ جام پر
 مستانہ پن میں کھتا ہے دیوانہ طور گبا : مستانے ساتھ رکھتا ہے دو چار اور بھی
 سبرہ پہ لوٹتا ہے دماغِ آسماں پہ : اور دمہ دم یہ مطلعِ موزوں زباں پہ

یوں بھوٹ کر جو ہیں گل وریجاں گل مڑے

کیا جانے کن دنوں کے ہیں اماں گل مڑے

الزاد

جلد اول

۶۲۔ برسات

رُت ہے برسات کی بہت پیاری موجزن جھیلیں ندیاں ساری
کھیت وھانوں کے لہلہ شاداں کمرے ہیں نظر کی دلداری
بدلیاں چھا رہی ہیں گروں پر زرد اووی ہنسہری نگاری
کیا ہری دوب جنگلوں میں ہے سبز نخل سے ہو سوا پیاری
برطرف کھل رہے ہیں گل بوٹے
جن سے شرمندہ باغ کی کیاری ہے

۶۳۔ لطفِ برشگال

آتے ہی جہاں میں فصلِ برسات جی اٹھے زمیں کو سب نباتات
چلنے لگیں دل کش ہوائیں اٹھنے لگیں جھوم کر گھٹائیں
اُٹھے ہیں عجیب دھج کے بادل بے دہ گرج گرج کے بادل
کویل کی صدا پیہوں کا شور پر کھول کے ناچتے ہوئے مو

سبز وہ جنگلوں میں جھاڑی سبز وہ ڈھکے ہوئے پہاڑی
خود رو پھولوں کی شمع زنگت بھینسی بھینسی وہ مست نکت
ہر کیسی نظر فریب مرغوب نازک نازک ہری ہری دو
خوش پھر ہی میں چرند چرتے
ہیں چو کوٹیاں غزال بھرتے

عزیز

۶۴۔ برق و باراں

بن گیا ہر کڑہ ہماریک بالکل آسماں بادلوں کو دیکھ کر دل کہہ دیا ہوا ماں
غیر ممکن ہو گرج سُن کر کوئی گھبرا نہ جائے قمر برپاکہ دیا ہوا دلوں نے نئے نئے
ہو گیا ہر برق سوزاں فلک پر اقتدار جھاڑتی پھرتی ہوا عالم ہر طرف اپنا شرار
کوئی تھی اس طرح ہو ہو کے ہر دم بقیہ رُ چل رہی ہو تیغ گویا آسماں پر بار بار
ہر طرف معلوم ہوتی ہو لگی اک آگ سی اللہ اللہ اس قدر سرعت یہ آئی وہ گئی
کیا تعجب ہو دہتی ہو جو رہ رہ کر زمیں آگ لگی ہو آج شاید آسماں کی میگزین
دفعۂ آتی ہو پھراک ہر ہر ہٹ کی صدا دو کئی کھیتوں میں ہو بالکل دھواں چھایا ہوا

رفتہ رفتہ دھواں نزدیک بالکل آگیا بڑھ گئی پہلے سے بھی اب ہر ہر ہٹ کی صدا
جدا دل دیکھتے کیا ہیں کہ بارش کے اوپر آگئی ہر طرف پڑنے لگیں بنڈیں پٹاپٹ وری
دیکھ کر یہ طفل برنا پر سب مسرور ہیں یاس و غم ان کے دلوں کو اب کوسوں دور ہیں
ہیں کہیں جھوٹے کہیں سامان ہیں بچوان کے
دل خوشی سے ہر طرف لبریز ہیں انسان کے

ہادی

۶۵۔ برسات

آئی گھنگھوڑ گھٹا چھا گئے بادل ہر سو انہیں بگلوں کی قطاریں سوائے دریا ٹر کر
کوئیں کوئیں بیہوش نے صدا دی لکش مو کے خوش مو نے بھی ناڑے پھیلا دیے پر
فاختہ دیدیں ہی سروسی کے مشغول مسکراتے ہوئے غنچوں پہ ہر پھل کی نظر
بھونمے کرنے لگے پھولوں کی بلا گردانی آ کے سب بیٹھ گئے نغمہ سرا شاخوں پر
بال سنبل کے جو اب کھجے ہوئے پائے اُس نے شانہ کمر نے لگی متقارے قمری آکر

آئی برسات ہمے پھر ہوئے دل کے یہ زخم
ناغ نہیں پھر ہے جنوں خیر ہواؤں کا گزر
نہال عظیم آبادی

جلد اول

۶۶۔ برسات

اُٹکے آئی ہے گھٹا، سیاہ چھائی ہے گھٹا
جو فرق ہے تو نام میں سحر میں اور شام میں
غضب ہو عد کی کڑک رہا ہے جس سزل دھڑک
جھڑی لگی ہے زور کی

کچھ انتہا ہے شور کی

وہ ہو رہا ہے شور کچھ وہ جا رہے ہیں مور کچھ
بنائے حلقہ ایک دم یہ کیسے ہو گئے بہم
ہر ایک بچ میں کھڑا عجب واسے حاجت

جو تال سم ہیں تل ہے

تو سائے پر ہیں تل ہے

کبیں جوالال ابر ہے وہ مایہ سوز صبر ہے
ہے آہ کتنی دل رُبا فلک میں سُرخِ حنا
ہے جس کا عکس خوشنما کچھ یوں زمیں پہ پڑ رہا

کہ ہے نگاہ عام میں
سحر کا لطف شام میں

جلال

سمی

۶۶۔ برسات

موج زن تھیلیں ندیاں ساری	رُت ہی برسات کی بہت پیاری
کرہے ہیں نظر کی دلداری	کھیت دھانوں کے لہلہ شاداب
سبز مچلے سے ہے سوا پیاری	کیا ہری دُوب جنگلوں میں ہی
جن سے شرمندہ باغ کی کیاری	ہر فنس کھل رہے ہیں گل بوٹے
رُوح پر ہوتی ہی خوش طاری	نئی نئی برستی ہیں بوندیں
بھینی بھینی چمن کی بویاری	سوندی سوندی زمین کی مٹی،
اپنی تانیں سناتے ہیں پیاری	کوکلہ بگلہ کوئلیں طاس
جھیلوں کے ساتھ کرتی ہیں ٹاری	قازیں مرفایاں بطیں سُرخاب
لالہ گوں ہے سپہر زنگاری	شفق سُرخ رنگ لائی ہے
زرد، ادوی، سُنہری نگاری	بلیاں چھا رہی ہیں گردوں پر

سیرمچھی بھون کی چل کر دیکھ کیا نمایاں ہے قدرتِ باری
مچھلیوں کی چمک میں ہو چھل بل
جیسے رقصاں بتانِ سرخاری

جلد اول

میر

۶۸۔ برسات

پزندوں نے ہر سو پچائی ہر دھوم کہ آئے ہیں بادل سیہ جھوم جھوم
جو پر اپنے پھیلا کے ناچے ہے مور تو مینڈک نے پانی میں ڈالا ہے شور
پیپوں کی پی پی وہ کول کی کوک کیجے سے عاشق کے نکلمے ہی ہوک

جہاں سارا دم بھر میں جل تھل ہوا
کہ اک چادر آب جنگل ہوا

طور

مستانہ اٹھیں بڑھیں اُمنڈ کر
 آفاق پہ چھا گئیں سراسر
 دل کھول کے مجرور پہ برسیں
 دم بھر میں تمام جھیلیں بھریں
 بارش کا جوتار لگ گیا تھا
 رحمت کا پیام لار ہا تھا
 قطرے جو زمیں پہ ٹوٹتے تھے
 قوائے کروڑوں چھوٹتے تھے
 مخلوق کے دل کو چین آیا
 خوش خوش ہی ہر ایک پیرو بنا
 اطفال بہم نہا ہے میں
 ہر شاہراہ شجر کھڑا ہے
 پانی کی خوشی منا ہے میں
 ہر پھول سے رنگ ہے نکلتا
 سر شاہراہ شجر کھڑا ہے
 آواز پھیلائے رہا ہے
 ہر شاخ نہا نہا کے نکھری
 عاشق کا دل ہے محو تاثیر
 ہر پھول سے رنگ ہے نکلتا
 فریادیں دردِ دل نہاں ہے
 اس زور سے چختا ہے پیہم
 کوئل وہ نظیرِ تیس لیلی
 پر سوز گداز اس کی آواز
 رہ جاتا ہی چپ وہ ہو کے بیم
 جان سوختہ سانولی سلونی
 مجوروں کے دروڑ کی ہمارا

گلزار میں باغ اس کے دم پر کیت و ماغ اس کے دم سے
جلد اول جو پاپیوں کے صاف تھری گئے رمنوں میں اودھرو دھر ہیں چپتے

سبزے میں سفید اور کالے
بھاتے ہیں نگاہ کو وہ کیسے

حسرت

۷۲۔ برسات

پانی کھلا ہے اس دم برس کر دکھیں تو چل کر خجمل کا منظر
آسمان نظر ہے قدرت کا جلوہ چاروں طرف ہی سبزہ ہی سبزہ
کیسی اداسے بہتے ہیں جھرنے پانی کی موجیں نکلی ہیں پھرنے
پانی میں کیسی دولت بہادی قدرت نے سیر چاندی گلا دی
گرتا چٹانوں سے کیسے اُچھل کر گودی میں سبزہ کی جانا چل کر
جانا تو یوں کوئی سُن گن پائے سبزہ کی چادر سے منہ کو چھپائے
پانی کے تھمنے سے پھیلا اُجلا سمجھنے پر وہ سے منہ کالا
اُٹھ کر چلے ہیں پانی کے مارے تالوں کو پھاندا پہنچے کنا رے

کب تک نہ بیگے خود کو سنبھالے
سر پر کھڑے ہیں بجاؤں کے جھالے

فقیر

۷۳۔ برسات کی بہار

برسات ہے۔ کیا بہار آئی	قدرت نے دکھائی کبریائی
ہی ابر سیہ فلک چھپایا	رُت بدلی نیا سماں ہے آیا
استح کے بج ہے ہیں باجے	دنیا میں ہیں میگھ راج راجے
استح کی کوکب ہے تادی	عشرت کی ہے چار سو تادی
سبزہ ہوا اگر روش روشن پڑ	قدرت نہیں خار کو خلش پڑ
قطرے شبنم کے کیا پڑتے ہیں	ہیرے الماس پڑ جڑتے ہیں
سبزہ نہیں لہکتا بن بن	نکلا ہے زمیں کا پھوٹ جو بن
جب سے پیک صبا نے آ آ	مردہ ہے بہار کا سنا یا
غنجے آپس میں مسکرائے	بیاختہ گل بھی کھلکھلائے
پھولے ایسے خوشی میں آکر	جامے سے نکل پڑے ہیں باہر

باندھے ہوئے شبنمی عامہ پہنے ہوئے سُرخ و سبز جامہ
گلِ مثلِ عروس ہیں سراپا اور برگ بنے ہوئے ہیں دولہا
طاؤسِ چنویہ کیے ہوئے دُم ہی رقص میں بخود دیئے نہ گم
بھیننی بھیننی شمیم خوش بو
ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم سرسو

ستید احمد عاشق

۴۔ جوشِ بارش

کچھ عجب بارش نے آکر جوش پیدا کر دیا
جس طرف دیکھو وہیں ہے غولِ بچوں کا کھڑا
گو دتا ہے شوق میں ہو ہو کے کوئی بیقرار
خود بخود کوئی پھسل کر گر رہا ہے بار بار
ل رہا ہے کچھ اسی تفسیحِ کج میں اس کو مزا
ایک کو چاروں طرف دھڑا رہا ہے دوسرا

ہر طرح کی ان میں باہم ہو رہی ہے دل لگی،
مار دیتا ہے کسی کو بے خبر پا کر کوئی

دوسرے کا ایک پر جس وقت چل جاتا ہواؤں
بے تحاشا کھینچ لیتا ہے پکڑ کر اس کا پاؤں
ہیں مکھیں جھوٹے کہیں سامان ہیں پکوان کے

دل خوشی سے آج ہیں لبریز ہر انسان کے
گا ہے ہیں مست ہو ہو کر ترانے شوق کے
چھیلی کرتے پھر ہے ہیں ہر طرف جھوٹے بٹے

ہادی

۵۔ کثرتِ بارش

کیا کموں اب کے کیسی ہر برسات
جوشِ باراں سے بہ گئے ہیں پتا
بو نہ تھمتی نہیں ہوا ب کے سال
چرخ گویا ہے آبِ درغواں
جیسے دریا اُبلتے دیکھے ہیں
یاں سو پرنالے چلتے دیکھے ہیں
وہی کیاں اندھیر برے ہے
آسمان چشم واکو تھے ہے

جلد اول

ماہ و خورشید اب نکلتے ہیں تارے ڈوبے ہوئے اچھلتے ہیں
 روز و شب یہاں ہمیشہ جھمکا ہے ان دنوں رنگ برق چمکا ہے
 ابر رحمت ہی یا کہ زحمت ہی ایک عالم غریق رحمت ہے
 نہ ہے جلسہ نہ ربط یا راں ہی شہر میں ہے تو باد و باران ہی
 آدمی ہیں سوکھ نکلتے ہیں مردم آبی پھرتے چلتے ہیں
 ہر طرف ہیں نظریں ابرسیاہ پانی ہی جس طرف کو کیئے نگاہ

لکھے کیا میت سر مینہ کی طغیانی
 ہو گئی ہے سیاہی بھی پانی

میر

۷۶۔ بادل کا کہنا

چھٹا ابر۔ ہیں دھوپ کے کچھ نشاں پرندے بھی ہونے لگے پرفتال
 وہ ہر شاخ پر کوئلیں بار بار اڑاتی ہیں بیٹھی ہوئی کیسا ملا
 ادھر سے اٹھا۔ لو پیہیوں کا شور ادھر تائیں کیا کیا لگاتے ہیں مو
 ہی تو بس قرح چرخ پر جلوہ گر ابھی تک نہیں آتا سورج نظر

ہوئی شمع ہر رنگ کی اب بہار
 دھنک میں شعاعیں نہیں آشکار
 پڑیں زرد کرہیں وہ ہر برگ پر
 زمرد پہ چڑھنے لگا آبِ زر
 ہوا سہمی ابر کی جو نقاب
 یکایک ہوا جلوہ گر آفتاب
 نہ وہ سیل ہوا بندان وہ گھٹا
 بھری ہیں گزالیں جا بجا
 شکایت ہی گلیوں میں کیچڑ کی عام
 ہیں پر صاف بستی کی سڑکیں عام
 یہ سب دیکھتے تھے جو لیٹے ہوئے
 چلے اب وہ دامن سمیٹے ہوئے
 ہوئی رونق تازہ ہر کار میں
 نکلنے لگے لوگ بازار میں
 کسان اور دہقان با یک دگر
 گدا اور ہل رکھ کے خود دوش پر
 وہ بیلوں کو اپنے ہنکاتے ہوئے
 چلے ٹٹ ماری وہ گاتے ہوئے
 وہ کیرٹے کوڑے ہزاروں ادھر
 لگے رنگنے ہر طرف خاک پر
 وہ تالاب اُرتی تھی گل جس میں گرد
 نکل آئے منڈک وہاں زرد گرد
 وہ کیرٹے کہ جو سرسبز خاک تھے
 وہ پانی کے پڑتے ہی سب جھٹھے

سمجھ میں نہیں آتی کچھ اور بات

مگر تھا یہ بارانِ آبِ حیات

جلد اول

۷۷۔ بادل کا پھٹنا

وہ ہوانے زور باندھا اور بادل پھٹ گیا
 کھل گیا خورشید کا چہرہ کہ پردہ ہٹ گیا
 بچھ گیا ہے دھوپ سے سونے کا پتر ہر طرف
 خوب برساتی ہیں کرنیں مَن زمیں پر ہر طرف
 صحن سونے کا، چھت سونے کی گھر سونے کے ہیں
 پھول پھل پتے ہیں سونے کے شجر سونے کے ہیں
 کیما گرا ہے مگر عالم میں خورشیدِ فلک
 جس کی صنعت سے پہاڑوں میں ہونکی چمک
 مختلف چٹیاں اڑیں کونے اڑے سیلیں اڑیں
 اپنے اپنے اشیانے سے ابابیلیں اڑیں

بھوک سے ہیں سب پرندے اور چرندے بے حواس
 ڈھونڈتے ہیں کوئی کیڑے کوئی پھل اور کوئی گھاس

ہو نرالی سب سے خرگوشوں کے چلنے کی ادا
کیا بھلی معلوم ہوتی ہے اُچھلنے کی ادا جلد اول
سبز میدانوں میں پھرتے ہیں ہرن چپتے ہوئے
دیکھ لیتے ہیں مگر چاروں طرف ڈرتے ہوئے

شوق قدوائی

۷۸۔ برسات کی شام

دن ہے کم دکھو ہٹا مغرب سے وہ ابر سیما
کھل گئی دنیا میں آنے کے لیے کرنوں کی راہ
بن گیا خوشید ہلکے رنگ کے سونے کا طشت
دھوپ سے کچھ کچھ سنہرے ہو گئے اشجار و ثوبت
وہ شفق کی سُرخ رنگت اور فلک کا عرس نزار
ساؤنی پھولی ہوئی گویا دکھاتی ہے بہا
کوہ کے دامن میں یا لالے کا تختہ ہے عیاں
یا جسے کہتے ہیں جرخ اک کوہ ہوا آتش فشاں

جلد اول

جلوہ گر ہے چرخ پر سوج کے پرتو سے دھنک
یا اڑا پردہ کھلی محراب ایوانِ فلک
یا کسی کے واسطے کھولے ہو آغوشِ آسماں
یا لیے ہے دوش پر ترکِ فلک اپنی کماں
دستکاری اپنی کی معمارِ قدرت نے عیاں
سات رنگوں سے رنگا ہے طاقِ قصرِ آسماں
شوقِ قدوائی

۹۔ شبِ ابر

اے ابر تیری رات کی تعریف اگر کروں
لازم ہے پہلے میں روئے ظلمات سر کروں
کیا کیا بیاں کروں میں تری رات کا مزا
گمراہ کا مزا ہے تو برسات کا مزا
سنانِ رات اور وہ آئی ہوئی گھٹا
چاروں طرف جہان میں چھائی ہوئی گھٹا

بجلی کبھی کبھی ٹکسہ فتنہ ساز سے
جلدِ دل کرتی نقابِ ابر میں چشمک ہونا ز سے
اور کو کسنا پیسے کا وہ دل کی ہوک سے
نالہ کو اپنے تولن کوئل کی کوک سے

کوٹھے پہ ٹھنڈے ٹھنڈے کچھونے وہ اوس میں
ہے گل کو کفنِ آفرے اگر پائے بوس میں
آنا دھبیل بھیل بھیل ہوگا کبھی کبھی
بول اٹھنا مرغِ غنم سرا کا کبھی کبھی

آرام کہہ رہا ہے کہ میرے ہی ہو رہو
قسمیں ہے دیتی نیند کہ بس اب تو سو رہو
آزاد لکھتے لکھتے ہے آدھی تو دھل گئی
اور شمعِ لالٹین میں ساری گچھل گئی

طول اہل کو اپنے اب انجام دیجئے
کوئی گھڑی تو آپ بھی آرام لیجئے

۔۔ سو زِ فرقت و شبِ ابر

جلد اول

اُٹھی ہے جو کالی گٹھا اس طرح مجھے کل پڑے بے ترے کس طرح
اندھیرے میں بجلی کا یہ کوندنا مرے دل کی حسرت کا یہ روندنا
یہ سادون کی راتیں یہ گہرا ابر بھلا کس طرح آئے پھر دل کو صبر
ترپتا ہوں جُز شوق دے کون سا تم نہیں سوجھتا ہاتھ کو آج ہاتھ
یہ سناٹا پانی کا ٹھنڈی ہوا وہ حسرت بھری بانسری کی صدا
جواڑتی ہے چاروں طرف یہ بھہا انی کی طرح ہوتی ہو دل کے پا
درختوں پہ وجہ گنہگاروں کی ہوا کہ اُڑتے ہیں نالوں سے میرے شہر
میں سکے میں تھا بوڑوں کی شویہ گر جنے لگا رعد بھی زور سے
ہوئے جاتے ہیں ایک اب بحر و بر بہرستا ہے کیا ابر جی کھول کر

بہت زور سے جل رہی ہے ہوا

عجب کیا کہ چھٹ جائے دم میں گٹھا

ادھر دیکھو وہ کھل چلا آسمان ستارے بھی دواک ہوئے ضوفاں
بڑھانے کو دل کا مے اضطراب وہ چکیں شعا میں میانِ سحاب

لئے ہاتھ میں نیزہ ہراک کرن
جلدِ دل نظر آتی ہیں دُور جو جھاڑیاں
لگی کھولنے بند زحیم کُن
لگی لوٹنے میرے سینے پہ برق
یہاں بڑھ گیا اور وحشت کا زو
سہرِ آب ہیں کس طسح جلوہ گر
کھلاتی ہے ہیرے کی مج کو کئی
بشر ہائے کس درجہ مجبور ہے
بنا ہوں میں سرتاپا اضطراب
انگیٹھی ہے گردوں یہ انگائے ہیں

مرے رب۔ مرے رحم الراحمین

سحر ہو گی اس رات کی یا نہیں

بے نظیر

۸۱۔ برکھارت اور پردیس

بیزاراک اپنی جان و تن سے بکھرا ہوا صحبتِ وطن سے

جلد اول

غربت کی صعوبتوں کا مارا
 غنوار ہے کوئی اور نہ دیکھو
 ہیں دھیان میں کھفتیں سفر کی
 ابرائینے میں اک طرف سواٹھا
 برق آکے لگی ترپنے یہ ہم
 سامان ملے جو دل لگی کے
 دیکھے کوئی اس گھڑی کا عالم
 وہ آپ ہی آگینگنا
 ”اچھے چشمہ آبِ زندگانی
 جاتی ہے جدھر تری سواری
 پائے جگہیں مری سجھا کو
 اول کیو سلام میرا
 قسمت میں ہی تھا اپنے لکھا
 آتا ہے تمہارا دھیان جن دم
 ہم تم کو نہیں صبح و شام اکثر
 چلنے کا نہیں ہے جس کو یارا
 اک باغ میں ہے پڑا لب جو
 آپے کی خبر ہے اور نہ گھر کی
 اور رنگ سا کچھ ہوا کا بدلا
 اور پڑنے لگی چھپا رکھ کم
 یاد آئے مزے کبھی کبھی کے
 وہ آنسوؤں کی جھڑی کا عالم
 اور جوش میں آکھی یہ گانا
 گھسیو نہ کبھی تری روانی
 بستی ہو اسی طرف ہماری
 دیتا ہوں میں پنج میں خدا کو
 پھر دیکھو یہ پیام میرا
 فرقت میں تمہاری آئی کبھا
 مرعبا یاں تیرتی ہیں باہم
 تالاب میں تیرتے تھے جا کر

جب سبزہ و گل ہیں لہلہاتے اُلفت کے مڑے میں یاد آتے
ہم تم نہیں ہاتھ میں دیئے ہات پھرتے تھے ہوائیں کھاتے رات
جب پیرے آم ہے ٹپکتا میں تم کو راوہرا و دھرموں تکتا
رُت آم کی آئے اور نہ ہو یاہ جی اپنا ہے ایسی رُت سے بیڑا
ہے سرو ہوا بدن کو لگتی پر دل میں ہے آگ سی سلگتی
نشر کی طرح تخیل میں چھتی فریاد یہ دردناک اس کی
تھا سوز میں کچھ پٹہ ہوا سنا پکڑا گیا دل سن اس کی آواز
حیرت رہی دیر تک کہ آخر روڑا ہے کہاں کا یہ مسافر

پر غور سے اک نظر جو ڈالی

نکلا وہ ہمارا دوست حالی

حالی

۸۲۔ برسات کے عیش و رنج

جس گبدن کے تن میں پوشاک سوئی ہے سودہ پری تو خاصی کالی گھٹائی ہے
او جس پٹن جوڑا یا اودی اوڑھی ہے اس پر تو سب گھلاوٹ برسات کی چھنی ہے
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

اور جس صنم کے تن میں جوڑا ہو زعفرانی گنار یا گل لابی یا زرد و سرخ دھانی
کچھ حسن کی چڑھائی اور کچھ نئی جوانی جھولوں میں جھولتی ہیں اور پڑے ہو پانی

کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

کوئی تو جھولتی ہیں جھوٹے کی ڈیور چھوڑے یا ساتھیوں میں اپنی پاؤں کی پاؤں جوڑے
باول کھڑے ہیں سر پر مے ہیں ٹھوڑے ٹھوڑے بوندوں کی بھگتے ہیں لال اور گلابی جوڑے

کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

گاتی ہو گیت کوئی جھولے پر کر کے پھیرا ماروجی آج کچے یاں رین کا بسیرا
ہو خوش کوئی کسی کو ہر سوخ و غم نے گھیرا منہ زرد بال بکھرے اور آنکھوں میں لہیرا

کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہائیں

ہو جن کی سچ سونی اور خالی چار پائی رور و آنکھوں کے ہر دم یہ بات ہو سنائی
پر دیسی نے ہماری اب کے بھی بھلائی اب کے بھی چھاؤنی جا پر دیں میں ہو چھائی

کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

جب کٹ ل اپنی اُن کو آواز ہو سنائی سنتے ہی غم کے مے چھاتی ہو مٹی آتی
پی پی کی جن کو سُن کر ٹکڑی ہو کتی جاتی مت بول لے پیسے بھٹی ہو میری چھاتی

کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

کتنوں نے اپنی غم سب ہی گیت بنائی میدان کھیلے کپڑے نکھیں ہیں ڈبڈبائی
جلدیں نے گھر میں جھولا ڈالنے اور ہنی رنگائی پھوٹا پڑا ہے چولہا ٹوٹی پڑی کڑھائی
کیا کیا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں

نظیر

۳۔ برسات کی اُمتگ

گھر کے آخر آج برسی ہی گھا برسات کی میکدوں میں کب ہوتی تھی عابریں
موجب سوز و سرور و باعث عیش و نشاط تازگی بخشِ دل و جاں ہی تو برسات کی
شام سہ ماؤں با تھی - صبح گرما خوش نما دل رُباتر خوش نہا تر ہی فضا برسات کی
گر می و ستری کے مٹ جاتے ہیں جس کو ستر لال لال اک ایسی نکلی ہی دو ابرسات کی
سُرخ پوش پہرے زرد و سبز بوٹوں کی بہا کیوں نہوں رنگینیاں تجھ پر نہا برسات کی
نیکھنے والے ہوئے جاتے ہیں مال ہوں دیکھ کر چھپ تیری اے رنگیں ابرسات کی

لازم و ملزوم ہیں ابر تر و دامن تر

ورخو رحمت ہی حسرت یہ خطا برسات کی

حسرت

۴۴۔ بخشکال

جلداول

گھٹانے بول دی باگل صفائی	نہ آئی پر نہ آئی پر نہ آئی
سواری اور جانب کو بڑھائی	اگر آئی تو کی لے دے ہوئے
کجائی ابر دریا دل کجائی	گئے دریا اتر تالاب سچھے
نہ بستیاں میں دے دل کشائی	نہ صحرا میں دل آویزی کا انداز
نہ شاخ گل پہ بلبل چھپائی	نہ صحن باغ میں طوطی کا نغمہ
ہوئی اب کی برس اچھی صفائی	زمین ٹیل ہی کورا آسمان ہے
ہوئی ہی ترک باہم آشنائی	نہ رُسے ل کے سا دل اور بھادو
نہ اب کے رعد نے نوبت بجائی	نہ تانا شا میا نہ ابر تو نے
نہ وہ کالی گھاگھنگو چھپائی	نہ وہ جگنو نہ وہ راتیں اندھیری
نہ گزری کی شرک رونے بانی	نہ پر نالے چلے اب کے دھڑا دھڑ
نہ بجلی نے چمک اپنی دکھائی	نہ وہ سن سن نہ وہ جھوکے ہوا کے
نہ بندک نے زمیں سر پر اٹھائی	نہ وہ برسات کے کیڑے پتنگے
پریشانی سی ہی دنیا چھپائی	کہاں بادل کہاں بجلی کہاں

جلد اول

نہ اے بھادوں بھرن برساتی تو نے نہ اے ساون جھری تو نے لگائی
 نہ مویوں نے کیا کچھ شور برپا نہ کوئل ہی نہ دھوم پیگے پھائی
 نہ رنگارنگ بادل آسماں پر نہ چھت پر گھاس یواریوں کالی
 نہ کیچڑ ہے نہ پانی ہے نہ سبزہ نہ مینہ برساتہ کھیتی لہلہائی
 ترستے ہیں برستا ہی نہیں مینہ بسکتی ہی پڑی ساری خدائی
 ہوئی برباد کھیتی تھک گئے نیل گئی گزری کسانوں کی کمائی
 نہیں بچاے حیوانوں کو چارہ ہو انسانوں کو فکر بے نوائی
 بہت مزدور بیٹھے ہیں نیچے نہیں اب کوئی حیلہ جز گدائی

خدا یا رحم کر جاں لب پہ آئی
 تری مخلوق دیتی ہے دہائی

اسمعیل

۵۵۔ اوائل سرما

نظر آتے ہیں جتنے تالاب خام وہ اوٹھے ہیں کہنبی کی چادر تمام
 میسر نہیں یہ بھی کپڑا اگر سنگھاڑوں کے پتوں سے ڈھانکے ہیں سر

وہ پانی پہ کاٹی بھی جنے لگی وہ کچھ دھار دریا کی تھمنگی
 وہ تیری کازورں پہ بنا نہیں وہ پانی بھی جھیلوں کا میلانیں
 گلنگ اور سرخاب باندھے قطا گرے آکے جھیلوں پہ وہ بے شمار
 کنائے کنائے وہ نگہوں کی صفت حوالہ ممولے لطیس ہر طرف
 برابر جو بیٹھے صفیں باندھ کر کھیں جدولیں صفوہ آب پر
 پے سیراب لوگ جلنے لگے
 شکاری بھی جھیلوں پہ آنے لگے

بے نظیر

۸۶۔ شدتِ سرا

سروں کے برس پہ اتنی شدید صبح نکلے ہے کانپتا خورشید
 جتنا عالم تھا کاشمیر ہوا بلکہ کہے کہ زم زم بریر ہوا
 ان دنوں چرخ پر نہیں ہر مہر گو دہیں کانگریسی رکھے ہر سپر
 گہ پڑنے کو کہتے ہیں سب یار ٹھنڈے ہر جہاں کے دل میں غبار
 ایک کی جو غور کر کے میں آپ نکلے ہے منہ سے آسمان کے بھابھا

دے ہی پوشِ زریں کو پاؤں سے جھاڑ
 جلدول پانی چر بس جگہ کہ کا ئی ہے
 بس کہ کج بستہ بھر میں ہو آب
 عکس پانی میں یوں ہو شکل پذیر
 نہیں ہے نہرباغ میں اس دم
 تیغ سے کاٹتا ہے آب وہ چند
 اکڑے جاتے ہیں دیکھ سنبھل کو
 دیکھ گل پر صبا نصیبِ برد
 گر پٹے برگ تاک سڑ کے تمام
 صرصر صبح جان کھوتی ہے
 بادے برگ کھر کے ہیں اس نہایت
 جس طرف اب نگاہ جاوے ہے
 کانپتے ہیں درخت و ارض و جبال
 آگ بھی ٹھنڈے ٹھسرتی ہے
 بے حرارت ہیں سردی کے نائے

پادامن ہیں جس قدر میں پہاڑ
 سبز وہ شال کی رضائی ہے
 برف کی ہے رکابی ہر گرواب
 رہتی ہے زیرِ شیشہ جوں تصویر
 بچہ بٹ بھی بچہ سے کم
 آب میں اس قدر ہوئی ہو گزند
 گٹھری ہو جائے گل کے غچہ میں بو
 پھرتی پھرتی ہی ہر طرف دم سڑ
 بلبلیں مر رہیں اکڑ کے تمام
 تیرسی دل کے پار ہوتی ہے
 کئے تو بابتے ہیں دانت سے دانت
 جو ہی جوں یہ تھر تھراوے ہے
 موسم ہے ہی یار دیا بھونچال
 گودوں کے بچہ چھپتی پھرتی ہے
 طرح یا قوت کی اب اٹکائے

ہے یہ آفت چراغ تک درپے
جاڑا لگنے کا بیخ شک ہے حرف
دیں ہیں برابر دھندلے یک دست
دن کی کشتی ہو دھوپ میں اوقات
رعد سردی کے ہاتھ گرم فروش
برف پڑتی نہیں فلک نواف
شب جو خشننگی پہ برق آئے
گر کسی شخص کو مرض ہے اب
فرط سرما سے دیکھیے جس کو
منموں کے گھروں میں آج اور کل
پہنتے ہیں سمور اور قائم
اس پہ جاڑے سے یہ ان کا حال
جھینکن جاڑے کا جو جھینکیں ہیں
کوئی اب جا سے اہل نہیں سکتا
پھر جو کوئی ندان نہکے ہے

لو گویا کبرائے شمع سے ہے
لپٹی رہتی ہے نمودوں ہی میں بر
جو کوئی ہے سو آفتاب پرست
کالے کبل میں ات کاٹے ہر رات
ابر دوش ہو اپہ بالا پوش
پھینکے ہی واسطے زمیں کے لحسن
ابر میں یوں ٹھٹھکے رہ جائے
تو وہ جاٹے ہی سے کرے کرتب
دست زیر غسل ہی مثل سبو
ہیں پڑے پڑے دہکے ہے منقل
ٹھنڈے کھینچتے بسم سودم
ناک سے چھوٹا نہیں دمال
اک سخن ہے تو لا کھ چھینکیں ہیں
گھر سے جس نکل نہیں سکتا
ٹھنڈ کے ماے جان نہکے ہے

جلد اول

پسے رہتے ہیں وہی میں مجھوں
 جس طرح ہاشپاتی و انگور
 اہل حرفہ کو کیجیے جو نگاہ
 کار و بار اُن کا ہو گیا ہے تباہ
 پیٹ کر سر کہے ہی بھیا را
 ٹے اب کیا کروں میں بچارا
 سقا بولے ہی بھکے آنکھوں میں اشک
 یار و پانی نکالو جیر کے مشک
 آہ قناد بھر کے یوں بولے
 بنی تھی قند ہو گئے اولے
 دیکھو سوانی کو جو بیٹھے کہیں
 برنی چھٹ کچھ دکان میں اُس کے سمیر
 لگے ہی اب جو مرنے بچارا
 یہی کہتا ہے ٹھنڈے مارا
 غرض ایسی ہی کچھ پڑی ہے ٹھنڈ
 مٹ گیا زمستر کا بھی گھنڈ
 سودا احسری سرودی کا ند کو
 شعر بھی گر خنک ہوں رکھ معذو

اُگے جاتا نہیں ہے اب بولا

ہو گئی ہے زبان بھی ادلا

سودا

بیلوں

شب سرا

اے زمیں کس طرح تری رات کا لطیف
تری شبہائے دراز اور وہ ہر بات کا لطیف

ہر کوئی چھینٹ کا اوڑھے ہوئے فرس بیٹھا
ہر بچھلائے ہوئے جیسے کوئی بکسل بیٹھا

اوڑھ بیٹھا کوئی سڑی سے کانپنا ہوا
کوئی کر بیٹھا بچھونے کو خلاف اپنا ہوا

کچھ کافوں سے ابھی منہ کو نکالے ہیں پڑے
لیکن انگلیں کو پسوں میں سنبھالے ہیں پڑے

مائے سروی کے جگر سینوں میں تھرتے ہیں
بچے ماں باپ کی جسنوں میں گھسے جاتے ہیں

کیس سو سو کیس سی سی ہی کیس سی سی ہے
گرد سب بیٹھے ہیں اور بیچ میں انگلیں ہی ہے

بزمِ اجباب کی صحبت کا مزا ہے تجھ سے
سازِ عشرت کے لیے برگ و نواری تجھ سے

شبِ سراہی میں ہی گانے بجانے کا مزا
پان کھانے کا گوری کے چبانے کا مزا

یارِ حقہ کے ترے دہریں ملتے ہیں منے
دو د تلخ اس کے سود و دریختے ہیں منے

ہی جواں لیتا اسی شب میں جوانی کا مزا
اور جو بڑھا ہے تو ایسا ہی کمائی کا مزا

صوفی و رند کے جلے کا تو ہی ساتی ہے
مایہ عیش و طرب دم سے ترے باقی ہے

ہر طرف ہیگی پیالی پہ پیالی اُڑتی
مے نہ ہو دے تو ہے تصویر خیالی اُڑتی

بے نئے مت پٹے شکر خدا کرتے ہیں

چائیس پنی پنی کے ترے سر کو دھا کرتے ہیں

بس کر لے دل کہ نہیں لکھنے کی طاقت باقی
ماے سردی کے نہیں ہاتھ میں حالت باقی

جلد اول

میرے اللہ تو ہی اب ہے بچانے والا

تیرے آزاد کو پالے سے بڑا ہے پالا

آرزو کچھ نہیں دنیا کی رہی ہے دل میں

اب تمنا جو ہے باقی تو یہی ہے دل میں

طیش عشق کے دل میرا رہے نرم سدا

گر غمی شمع و سخن سینہ رکھے گرم سدا

ازاد

۸۸۔ موسم سرما

چلی زور سے کیا ہوا رات کو	قیامت کا پالا پڑا رات کو
رزائی میں چھپ چھپے ہیں آج	گلوبند سر سے پلٹے ہیں آج
تھا جن جن کو نازک نہ رہی پہلا	ہیں لادے ہوئے وہ بھی باری تھا
گر غمی ٹھہری جو ٹھنڈی ہوا	رگوں میں ابواب تو جمنے لگا

جلد اول

دم صبح ہی زور سردی کا اور
 دو شالے دکھاتے ہیں کیا کیا بہا
 عمامے کا چلتا نہیں زور و پیچ
 وہ گل جن کو ڈھا کے کی ٹل تھی با
 قبا تھی گراں جن پہ تزیین کی
 جو کہتے تھے اپنے کو آتش مزاج
 کہیں کمرے میں تپتے ہیں حسیں
 ورنہ کین کپڑے چمکتے ہوئے
 نہیں بھاتی مطلق و ختموں کی چھاؤں
 نہیں چھینٹ و خالی کوئی دو کاں
 نزاکت بھری لکھنؤ کی وہ فرد
 غرض سب کے لب ہی سردی کا و
 فقیر اپنے گل میں بیٹھا ہی مست
 دے نگاریں ہی لطفِ محب
 جو مجھ ہی سینہ تو دم مشعلہ با
 جدھر دیکھو ہی چائے چہوہ کا زور
 کوئی شال اور سے کوئی جامہ دا
 ہی سردی کے آگے دلائی بھی پیچ
 نہیں آج مکمل سے بھی اُن کو عا
 پہنتے ہیں اب کوٹا چکن دہری
 چڑھائے ہیں دستانے ہاتھوں آج
 کوئی ہاتھ ہی سینکنا ہے کہیں
 انگلی میں کو لے دہکتے ہوئے
 ہوں تھرتھرتے ہیں اب ہاتھ پاؤں
 اُترتے ہیں باہت پھلوں کے تھان
 کہیں سُر و سبز اور کہیں زور و زور
 مگر فضل حق ہی یہاں کیا ہے فکر
 پیارے چڑھاتا ہی جامِ است
 رزائی کی جا ہی رضاے حبیب
 ہیں انگارے داغِ غم عشق یا

لگائے تھے سوزِ دل کا الاؤ فقیر اپنی موت چھوں کو دیتا ہی تاؤ
قریب آٹھ بجنے کے پہنچے مگر ابھی تک نہیں آتا سو بج نظر

جلد اول

یہ معلوم ہوتا ہے۔ ہے وقتِ شام
قیامت کا چھایا ہے کمرِ اسام

بے نظیر

۸۹۔ جاٹے کی بارش

چھپا سورج گھٹا آنی فلک پر بڑھی سردی ہو اچلتی ہی صرصر
لواب بوندیں بھی کچھ پٹنے لگی ہیں مہاوٹ کا مراد کھلا رہی ہیں
گھٹا میں کچھ ہے بجلی کی چمک بھی گرج بھی آسمان پر ہے کڑک بھی
لگے پڑنے پٹاپ خوب ادا کوئی سردی میں کیونکر ہاتھ کھولے
پڑا ہر ایک کو جاڑے سے پالا ہوا بے کار کھیل اور دوشالا
بدن پر لا در کھا ہے اور کوٹ بنی ہیں اس میں ہم سڑی کی اک پوٹ
نہیں کچھ کام دیتی ہے رزائی بہت پیروں تلے ہم نے دہائی
جھٹے سردی سردیوں ہاتھ لکڑی کوئی چیز اب نہیں جاتی ہی بکری

جوا ہے تھا منہ مشکل و تسلیم بھی نہیں ہے انگلیوں میں اتنا دم بھی
 شکایت ہی بہت سڑی کی گھر گھر سب نساں کا نپتہ بہتے ہیں تھر تھر
 بے لگتے ہیں بادل آسمان پر
 گھٹا سردی کی چھائی ہے جہاں پر
 وجاہت

۹۔ کُرا

برس مینہ وودن میں کھل بھی گیا ولیکن ہے گہرا طیفنیہ
 کہ اندھیر تھا جیسے ظاہر ہو دود ہوئے ہونٹھ سردی سے سب کے کبود
 دل اُس دود تیرہ سے گھبرا گیا کہیں آگ دیکھی تو جی آگیا
 یہی چال تھی ایک دو چار کو س ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی پڑی ایسی اوس
 تراکم قیامت تھا اشجار کا ستم بچھ ہوا ہے ستم گار کا
 کہ اس مرتبہ بار دوسرو تھی ہوئے سُن گھر برن پرورد تھی
 بلا دھوم سے کوئی گھبرا پڑے جنھیں دیکھو وے کا نپتہ ہیں کھٹے

ہوا سر وہو کر گئی جان مار
اٹھایا بڑا لطف سیر و شکار

جلدوں

میں

۹۱۔ کسار

فہستہ پیر سحر سانس ہی ایسا بھرتا یا زمانہ پہ وہ کچھ سحر ہی ایسا کرتا
کہ جہاں آنکھوں میں ہو جاتا ہی کیبارہ دشت کسار سے لے تا درو و دیوار
ابری طبع بچن رات کا گھر کر آنا برف کے پردہ میں ہر روئی ٹھنکتے جانا
ہلکے ہلکے کبھی کٹری کے ہیں جالے لڑتے
اور ہوا میں کبھی روئی کے ہیں گالے لڑتے

۱۲۸

۹۲۔ دوپہر سرا

قریب آتی جاتی ہے اب دوپہر پگھلنے لگی برف کسار پر
صد ہستیوں سے نکلنے لگی ہوا بھی ذرا تیز چلنے لگی

قریب آگئی وہ درختوں کی چھاؤں
 ہوئے خوبابو میں اب تھ پاول
 چرائی سے پھرنے لگے جانور
 وہ پانی پہ گرنے لگے جانور
 وہ ہر سر بجلی دکھانے لگی
 نظر پانی پر تلانے لگی
 بہت صاف ہے گو سپہر کسین
 وہ منڈلا رہی ہیں لگو کچھ زغن
 درختوں پہ بیٹھے ہیں کچھ دُور دُور
 وہ اُڑتے ہیں تالوں پہ بھی کچھ طیور
 ہرن اور پستل بکھنے لگے
 وہ پی پی کے پانی اُچھلنے لگے

ہوئے آب شیریں سے جو بہرہ ور

تو کیا کیا کلیوں پہ ہیں جانور

بے نظیر

۹۳۔ سہ پہر سہ ما

ڈھلاؤن سُنہی ہوئی سطح آب
 پہاڑوں میں چھپنے لگا آفتاب
 دکھاتے ہیں چوٹی وہ زریں کجور
 گیا بھاگ کر سایہ تاڑوں کا دُور
 شعاہوں کے ٹیلوں پہ ہیں کچھ نرپال
 چلے گاؤں کو گھٹے لے کر شبہاں
 وہ مزدور سُرکوں سے آنے لگے
 سہرا کو مسافر بھی جانے لگے

کھنچا سُرخ پردہ وہ افلاک پر
نہیں آتا اب زرد سورجِ نظر
رہ چو لکڑا برہیں دور تک
ہو ان میں بھی یا قوت کی سی چمک
شفق پھول کر یہ ہوئی خوں فشاں
بنا عرصہ قتل گہ آسمان
ہوا ہر طرف اک سکوت آشکا
ہوا کم ہوئی ٹھیری دریا کی دھا
جو تھوڑی سی آتی تھی بدلی نظر
وہ سونے کا پتر بنی سرسبز
ہوا جھٹ پٹا وقت بدلا سماں
لگا کھولنے بعد شب آسمان
نہیں بدلیوں میں بھیاب نہ چمک
فلک روشنی دن کی کھولنے لگا
بنا گنبد سنگ موتے فلک
اندھیرا سا باغوں میں ہونے لگا

درخت اپنے چہرے چھپانے لگے
بخارات دریا پہ چھپانے لگے

بے نظیر

۹۴- جاڑے کی بہار

جب ماہِ اگھن کا ڈھلتا ہوتا دیکھ بہاریں جاڑے کی
اور نہس نہس پوس بٹھلتا ہوتا دیکھ بایں جاڑے کی

دن جلدی جلدی چلتا ہوتا دیکھ بہاریں جاڑے کی
بالا بھی برف پگھلتا ہوتا دیکھ بہاریں جاڑے کی

چلا ختم ٹھونک اچھلتا ہوتا دیکھ بہاریں جاڑے کی
دل ٹھوکر مار پچھاڑا ہوا اور دل سے ہوتی ہوشی سی
تھر تھر کا زور اکھاڑا ہو بجتی ہو سب کی تیلی

ہو شور پھو ہوا ہو موکا اور دھوم ہو سی سی سی کی
گد پر کلہ لگ لگ کر جلتی ہو منہ میں چپکی سی
ہر دانت چنے سے دلنا ہوتا دیکھ بہاریں جاڑے کی

ہر ایک مکاں میں سردی نے آ بانده دیا ہو چپکمر
جو ہر دم کپ کپ ہوتی ہو ہر آن کڑا کر اور تھر تھر
بیٹھی ہو سردی رگ رگ میں اور برف پگھلتا ہو تھر
جھڑ بانده مھاوٹ پڑتی ہو اور سپر لہریں لے لے کر

ستار باؤ کا چپلتا ہوتا دیکھ بہاریں جاڑے کی
ہر چار طرف سے سردی ہو اور صحن کھلا ہو کوٹھے کا
اور تن میں نیمہ شب بتم کا ہو جن میں خس کا عطر لگا

چھڑکا دُہوا ہو پانی کا اور خوب پلنگ بھی ہو بھیجکا
ہاتھوں میں پیالہ شربت کا ہو گئے اک فراش کھڑا
فراش بھی بٹکھا جھلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی
نظیر

۵۰۔ فصل سرا

کہ چاندی چڑھائی ہے کسار پر	ڈھکیں چوٹیاں برف سے سرسبز
جیل آتی ہے کیا ہوا سرد و سرد	کھلے پھول گیندے کے وہ زرزرد
چمکتا ہوا وہ ہراسے کا رنگ	وہ گلِ مندِ پھولی کھلے گلِ رنگ
وہ سورج کی ہم شکل سورجِ طمعی	وہ نیلم کے ساغریے کا سنی
بتائے بھی دو چار پڑنے لگے	وہ گو بھی کے پتے اکڑنے لگے
وہ کیلوں کی پھلیاں بھی گدرا گئیں	اناروں میں کیاں بھی لو اگئیں
وہ شاخوں میں گولے چکنے لگے	یہی سیبِ امرود پکنے لگے
ٹپک پڑتے ہیں جو ذرا ہل گئے	وہ پک کر شریفے بھی سب کھل گئے
پھٹی پڑتی ہیں بوجھ سے ڈالیاں	لدی ہیں درختوں میں نارنگیاں

ہزارے لٹکتے ہیں کیا لال لال جڑے ہیں مرد کے جھاڑوں میں لال
 غضب عشق بچاں کا شاخوں سے میل وہ نازک وہ باریک پتی کی سیل
 تراشے ہیں قدرت نے کیا بے مثال کرن پھول یا قوت کے لال لال
 وہ کچھ پھول سرسوں میں آنے لگے ذرا کھیت جو بن دکھانے لگے
 کہیں چھوٹے چھوٹے وہ چہری کے چھو کہیں اوڑے اوڑے وہ اسی کے چھو
 نظر آتی ہے صنم رب انام زمر کی چھڑیوں نے یہ سلم کی شام
 ہوا جب اڑاتی ہے جنگل کی ریت
 تو کیا املہاتے ہیں گہیوں کے کھیت

بے نظیر

۹۶۔ موسم خزاں

آزمتاں کہ ہر تو بادشہ بر فانی شاہ بر فانی و شاہنشاہ بر فانی
 باد صرصر ہے نشاں تیرا اڑاتی آتی فوج اقبال کو رستہ ہے بتاتی آتی
 جس طرف تیرے پھرے گا ہر جھوکا جاتا مارے ہیبت کے ہر دل سینوں میں تھکا جاتا
 بلخ پر حیب ہے ترے قہر کا جھوکا آتا ڈر کے ہر برگ ہے بیوندر میں ہو جاتا

تیرے سناٹے سے ہوتی ہر فنا جانِ نیا
 خوف کے مارے ہل جاتے ہیں طفلانِ نیا
 تھر تھرتاتے ہیں کھڑے سارے جوانانِ چین
 سُمنہ چھپاتے ہیں گلِ سنبل و ریحانِ چین
 ہیں شجر سر پہ کھڑے خاک اُڑاتے سارے
 گل و گلزاریں ویراں نظر آتے سارے
 نغمہ سناںِ چین پر ہیں پھل لائے بیٹھے
 اور پرو بال میں ہیں مُنہ کو چھپائے بیٹھے
 باغباں کا جو گستاں میں گزر رہا ہے
 لب حیرت سے ہی اکٹھا ہوا رہ رہتا ہے
 یا الہی وہ جوانانِ چین ہو گئے کیا
 باغِ سنسان ہر مرغانِ چین ہو گئے کیا
 رازِ غم کس سے کھلے باغ میں طبلِ نہی
 کان میں پوچھیے کس سے کہ رگِ نہی
 نہ تو غنچہ کوئی باقی ہے کہ جو منہ کھولے
 نہ ہے گلزار میں کوسنِ جزاں سے بولے

کہ درختانِ چین باغ میں عریاں کیوں تیر
 ہاتھ پھیلائے کھٹے شذر و حیراں کیوں تیر

ازاد

۹۔ آفتِ خزاں

ہیں بلغِ جتنے یاں کے سوا ایسے پڑے ہیں خوار
 کانٹے کا ان میں نامِ نسیس پھولِ درکنار

سوکھے ہوئے کھڑے ہیں درختان میوہ دار

جلوں

کیاری میں خاک دھول روش پڑے غبار

ایسی خزاں کے ہاتھوں ہوئی ہر بار بند

دیکھے کوئی چمن تو پڑا ہے اُجڑا

غنجہ نہ پھیل نہ پھول نہ سبرا ہرا بھرا

آواز سریوں کی نہ بلبل کی ہے صدا

نہ حوض میں ہے آب نہ پانی ہے نہر کا

چادر پڑی ہے خشک تو ہی آبشار بند

ظہیر اکبر آبادی

۹۸- آمد بہار

پھر اس انداز سے بہار آئی ہو گئے مہر و مہ تماشا ئی

دیکھو اے ساکنانِ خطۂ خاک اس کو کہتے ہیں عالم آرائی

کہ زمیں ہو گئی ہے مہر تاہر روکشِ سطحِ چرخِ مینائی

سہرے کو جب کہیں جگہ نہ لی بن گیا رے آبِ کائی

سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے چشمِ نرگس کو دی ہی بینائی
 ہی ہو امیں شراب کی تاثیر بادہ لوشی ہے بادِ پیائی
 کیوں نہ دنیا کو ہر خوشی غالب
 شاہِ دیندار نے شفا پائی

غالب

۹۹- آمدِ بہار

ہوا چاروں طرف اقصائے عالم میں پکار آئی
 بہار آئی بہار آئی بہار آئی بہار آئی
 بہار آئی دکھائی قادرِ مطلق کی شان اس نے
 زمیں کی تہ میں جو مڑے تھے ڈالی ان میں جان آئی
 بہار آئی ہے سحرِ نبی نقاشی دکھاتا ہے
 بہت رنگین نقشے سامنے آنکھوں کے لاتا ہے
 جہاں سے مٹ گیا برگِ خزاں کا بد نما سکہ
 بہار اب ڈھالتی ہے اثرِ نئی کے پھول کا سکہ

ہوئے صبح اس کے ساتھ نکلا جھلسی آتی ہے
جلول ہنسی بڑتی ہیں کلیاں جب یہ اُن کو منہ لگاتی ہو

پہاڑوں سے بہایا اس نے برفِ صاف گھلا کر
رواں ہو کر وہی پانی سمندر میں ملا جا کر

شیم بلغ نے سیکھا چلن اترا کے چلنے کا
زمانہ آگیا پردہ سے سبزے کے نکلنے کا

دُھن کی شکل ہر گُل نے لباسِ سُرخ پہنا ہے
شجر کے جسم پر کیا خوشنما پھولوں کا گنا ہے

ہوا شعلگی پر تیرا عظم جو آمادہ
سوارِ مختلف رنگوں سے دنیا کا رخ سادہ

تعجب کیا جو ہیبتِ خنجر کے رخ پر زد ہوئی
کہ وہ فوج اس کا غالب آئی جس کی سرخ زور ہوئی

گل آئے حجابِ ارض سے گلِ پیرین لاکھوں
کیس میں سر و قد لاکھوں کیس غنچہ دہن لاکھوں

جلال

پلاتی ہے شجر کو اوس اپنا دودھ لا لاکر
محبت سے ہوا مُنہ چومتی ہی بار بار آ کر

جڑیں اندر ہی اندر پھیل کر قوت پکڑتی ہیں
زمین ان کو جکڑتی ہے زمیں کو وہ جکڑتی ہیں
چمن اور دشت میں ہے ہر طرف انبا پھولوں کا
جدھر دیکھو زمیں پہنے ہوئے ہی ہمارے پھولوں کا

چہاں سبزہ پہ اُلفت کی ادائیں کی ہیں سو بچ نے
بڑھا کر ہاتھ کر نوں کے بلائیں لی ہیں سو بچ نے
ہیں روشن چاندنی کے پھول یا تارے چمکتے ہیں
کھلے ہیں پھول لالہ کے کہ انگارے دھکتے ہیں

ہزاروں رنگ کی چڑیاں ہیں شکمیں خوشنما جن کی
ادائیں دل راجن کی صدائیں نغمہ آجن کی
ہمارے آنے سے خوش ہیں ہر طرف اتراتی پھرتی ہے
ہو اتو ناچتی پھرتی ہے چڑیاں گاتی پھرتی ہیں

دیا ہر تیلیوں کو رزق کا سامان پھولوں نے
کیا بھوروں کو جوشِ فیض سے مہمان پھولوں نے

جلد اول

ہوا ہی نے کھلائے گل ہوا ہی پھر گراتی ہے

زمین جس نے کیا پیدا وہی پھر اُن کو کھاتی ہے

غرض اے شوق اترانا عجب تُو حسنِ فانی پر

گھمنڈ انساں کو نازیبا ہے دودن کی گونی پر

شوقِ قدوائی

۱۰۰۔ آمدِ بہار

غنچے نے تاجِ گل سے کیا پیرینِ دستِ شادوی بہار کی ہی ہوا ہے چینِ دست

پیغامِ رستخیز ہے آمدِ بہار کی مر کر ہوئی ہے نرسنِ بیاہِ دست

گلِ جلوہ گر ہیں آمدِ فصلِ بہار ہے

کر باغبانِ شیبِ فرازِ چینِ دست

نسیب

۱۰۱۔ عروس بہار

جلد اول

پھولوں کا گننا پھولوں کا مال پھولوں کا سہرا پھولوں کا بال
پھولوں کا چاند اور پھولوں کا ہالا سچ جج گلاب اور سچ جج کا لالا

آہا عروسِ فصلِ بہاری

آتی ہی نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کو بادل پھولوں کی چھڑیا پھولوں کو انبار پھولوں کی دھڑیا
پھولوں کو گھنٹے پھولوں کی گھڑیا پھولوں کو گیندور پھولوں کی چھڑیا

آہا عروسِ فصلِ بہاری

آتی ہی نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کو غنچے پھولوں کی کلیاں پھولوں کو کنج اور پھولوں کی گلیاں
شاخوں کو جھوٹے دھڑنگ رلیاں پھولوں کی پیریاں برنی کی ڈلیاں

آہا عروسِ فصلِ بہاری

آتی ہی نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کی ڈالی ڈالی ہے ترن پھولوں کا بوٹا بوٹا ہے گلشن

پھولوں کے کو شک پھولوں کے چڑنا پھولوں کی شمعیں پھولوں سے روشن

آہا عروسِ فصلِ بہاری

آتی ہو نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کے قصور پھولوں کے میداں پھولوں کے طاق اور پھولوں کے ایوان

پھولوں کے دربار پھولوں کے دریا پھولوں کے سنا اور پھولوں کے ساماں

آہا عروسِ فصلِ بہاری

آتی ہو نوشاہِ گل کی سواری

مہا بن پہ آیا جوانی کا جو بن پر بت کا مالی ٹیلے کی مان

پھولوں کی بدھی پھولوں کا جوشن پھولوں کی چولی پھولوں کا دامن

آہا عروسِ فصلِ بہاری

آتی ہو نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کی سج دھج پھولوں کی چھل پھولوں کی دھوئیں پھولوں کی تلپ

پھولوں کو میلے پھولوں کے دنگل پھولوں کے خنگل دنگل میں منگل

آہا عروسِ فصلِ بہاری

آتی ہو نوشاہِ گل کی سواری

شیخ و برہمن و انا و جہاں عاشق محضوں شاعر بیدل
جنگل کی چڑیاں باغوں کے کول آتے ہیں لہلہ گاتے ہیں لہلہ
آہا عروسِ فصلِ بہاری
آتی ہو شاہِ گل کی سواری

صادق

۱۰۲۔ جلوسِ بہار

بگھیاں پھولوں کی تیا کرے بوجے سخن کہ ہوا کھانے کو نکلیں گے جوانانِ حُسن
عالمِ اطفالِ نباتات پہ ہو گا کچھ اور گوے کالے سبھی بیٹھیں گے نہ کپڑے پہن
کوئی شبنم سی چھڑک بالوں پہ اپنے پوڈ کر سی ناز چہ سلوہ کی دکھائے گا چین
اپنے گیل اس شگوفے بھی کریں گے حاضر آکے جب غنچہ نعل کھولیں گے تول کے بن
یکھینچ کر تارِ رگ ابر بہاری سے کئی خود نسیم سحر آوے گی بجاتی ارگن
پتہ لہلہ کے بجا دیں گے فرنگی ٹنبرو لالہ لاوے گا سلامی کو بنا کر بیٹن
اپنی سنگین جس پکتی ہوئی دکھلاویں گے آپڑے گی جو کہیں نہر پہ سورج کی کرن
نے نواری کے لیے کھول کر اپنی منقا آکے دکھلاوے گی بل بھی جو ہوا س فتن

اے گاندر کویشہ کی گھڑی لے کے جتا یا منہ توں کی پینس میں چلے گی ٹھن
جلدِ دلِ محبت آئے گی نکل کھول کلی کا کمرہ ساتھ ہو لیگی نراکت بھی جو ہر اُس کی
حوضِ صندوقِ فرنگی سے مشابہ ہو گئے
اس میں ہوویں گے پریرا د بھی سب مل گئے

افشا

۱۰۳۔ صبح بہار

واہ کیا پُر فضا ہے صبح بہار واہ کیا دلفریب ہیں اشجار
ہر طرف ہیں شگفتہ لالہ و گُل ہے چمن پر غضب کا آج نکھار
شعِ گل پر ہر بلبلوں کا ہجوم کر رہی ہیں ستایشِ غفا
کیا ہے پروردِ نالہ تیری کیسے دلکش ہیں نعمتِ ہزار
کیس طوطی کی بیاری پیاری صدا کہیں کوئل کا کوکتا ہر با
کیس وہ شور و غل پہیوں کا کیس وہ نالہ بلبلِ نرا
کیا ہی دل کش ہے صبح کا عالم رشکِ جنت ہے تختِ گلزار
ہر طرف طائرانِ خوش الحان شادمانی کا گار ہے میں ٹھار

جلد اول

جس طرف دیکھو پُرفضائی سماں جس طرف دیکھو سبز ہیں اشجار
 کہیں بیلا چمپلی جو ہی ہے کاسنی کیتیگی کہیں ہیں چنار
 کہیں شبتو کہیں گلاب کے پھول کہیں سیرین و سترن کی بہار
 کیسے سرسبز ہیں یہ برگ و ثمر کیسے شاداب ہیں گل و گلزار
 نہ کہیں چمن سراں کا نام و نشان باغ سیراب سبز ہیں اشجار
 چل رہی ہے نسیمِ عمبرینر جس سے بٹاش ہو دلِ بیچار

واہ کیا دلفریب نظر ہے

واہ کیا پُرفضا ہے صبحِ بہار

اوج گیوی

۱۰۴۔ لطفِ بہار

اک روز گلستاں میں جو میرا گزر ہوا لطفِ بہار و منظرِ بستاں تھا دکشا
 جادو بھرا تھا گل کلا و دھڑنِ جاں نوا لیلِ ادھر ترانہٴ اُلفت سے خوش توا
 سبز بے کافرش بادِ باری بچھا گئی
 شبنم بھی موتیوں کا سنرا نہ لٹا گئی

کلیاں تھیں اک ادائے قسم دکھا رہی تھیں مسکرا کے بھلیاں گویا گداری
 بادِ صبا انھیں تھی کبھی گد گداری منہ چوم کر کبھی تھی گھسے سے لگا رہی

شمشاد کے گھسے کا کبھی ہار بن گئی

سنبھل کے گیسوؤں کا کبھی تار بن گئی

شانیں گلوں کی گاہ صبا تھی ملا رہی تھی گاہ طفلِ غنچہ کو جھوٹا جھٹلا رہی

مستانہ چال سے تھی کبھی لڑکھڑا رہی اندازِ لغزشوں کے کبھی تھی دکھا رہی

سوسن کی ہمزباں تھی کبھی ہمکنار تھی

نسرینِ نوترن کی کبھی راز دار تھی

تھیں خند ہلے گل میں عجب جان نوازیاں نالوں میں بلبلوں کے نہاں گلزارِ لیل

بیچے کے بیچ بیچ میں افسوں طرازیوں نرگس کی چشم مست میں سو سحر سازیاں

کچھ کر رہی تھی غنچوں کو نرگس اشار میں

آنکھوں سے تھیں ٹپکتے ہی اس کی تشریف

مُرفانِ بوستان بھی بے تاب سرسبز بیچیں اڑ رہے تھے جن میں ادھر ادھر

گویا وہ ڈھونڈتے تھے کسی کو شجرِ شجر قربان کر رہے تھے وہ دلِ شاخ شاخ پر

نرگس پرسترن پگل و سبز دزار پر
 شمشاد پر صنوبر و سرو و چنار پر
 دھانی لباس پہنے عروس بہارتھی زیب گلو کیے ہوئے پھولوں کے ہارتھی
 ہر برگ گل سے شانِ جال آشکار تھی جو بن کے اس بہار پر جنت نثار تھی
 شہر بہار حسن کی تھی آسمان پر
 تعریف اس کی مرغِ جناں کی زبان پر

مبارک

۱۰۵۔ کیفیت بہار

شادابی ہو ایسی یہ کیفیت اچھے ہی سوزِ گل کے شگفتہ ہیں گل شاخسار پر
 اشجار جھومتے ہیں پڑے صحنِ باغ میں تاک اینڈ تے میں ست پڑے جو بنار پر
 موجِ بہار لالہ خود رولنے لے سیم
 کچھا گل سی لگائی ہے آ کو ہسار پر

انشا

جلد اول

۱۰۶۔ جوش بہار

ہمارا لڑو گل سے لگی ہوا گل گلشن میں
جوشوں کے جوش میں کجا نہیں م بھر قرار آتا
گیر ہاں چاک کر چل بیٹھے صحرائے دہن میں
کبھی گلشن سے صحرائیں کبھی صحرائے گلشن میں
الغش

۱۰۷۔ موسم بہار

سجدہ شکر میں ہے شاخِ ثمر دار ہر ایک
واسطے خلعتِ نرو نے کے ہر باغ کے پنج
بخشتی ہو گل تو رستہ کی رنگ آمیزی
عکس گلبن نہیں پر ہو کہ جس کے آگے
سلاخِ برگ ہو اس لطف سے ہر اک گل پر
ہائے آبِ رواں عکسِ عجم گل کے
اب جو کہ زمین لعلِ خوار شید سے ہو
چشمِ زگر کی بصارت پہ زبیں تھے در پہ
دیکھ کر باغِ جہاں میں کر م غرور
اچھے قطع لگی کرنے روش پر نخل
پوششِ چھینٹ قلم کار بہرشتِ جہاں
کار نقاشی مانی ہے دوم وہ اول
ساغر لعل میں جوں کیجئے زمرہ کو ل
لوٹے ہو سترہ پہ زبیں کہ چوڑی بے گل
خطِ گلزار کے صفحے پہ ملائی جہاں
غنجہ لالہ نے سرمہ سے بھری ہو کحل

جلد اول

لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہو خیاں میں سیم
پاؤں رکھتی ہے صبا صحن میں گلشن کے سنبھل

سودا

۱۰۸-بہا

بہا آئی اک دھوم سی مچ گئی عروسِ حبن رنگ میں رچ گئی
صبا میں جو کچھ گدگد اہٹ سی ہے لبِ غنچہ پر سکر اہٹ سی ہے
ہوا میں یہ کیفِ مئے ناب ہے چمن کا چمن مست و شاداب ہے
غضب بھی مینی بھی مینی گلوں کی کہک ستم ہلکی ہلکی ہوا کی سنک
جو گاتے ہیں مرغانِ شیریں زبان
بجاتے ہیں برگِ شجر تالیں

بے نظیر



۱۰۹۔ بہار

آئی ہی بہار مے گساراں پھولے ہیں عین میں گل ہزاراں
 آئی ہی بہار ہر خیاں ہی لطف ہوا سے گل بدیاں
 آئی ہی بہار و مرغ گلزار کرتا ہے نوائے سینہ افکار
 لایا ہے بزور اس کا نالہ مجھ کو بھی برے سیر لالہ
 اطراف چمن کھلا ہے لالہ ہر پھول شراب کا ہی پیالہ
 تحریکِ نسیم دمدم ہے تکلیف ہوئے گل ستم ہی
 ہی سرو جواں نشہ در سر لوٹے ہی روش پر سبزہ تر
 ہر شاخ ہے شمع جام درو نرگس ہے کسو کی نرگس مست
 ابروؤں نے بھی کی ہی پرستی اُٹھتے ہیں بعد سیاہستی

بوندوں کا جو لگتا ہے جھکا

رنگ گل و لالہ زور چکا

ساتی نمک ایک موسم گل کی طرف بھی کچھ پٹکا پڑے ہی رنگ چین میں ہوا ہے آج

نکلی ہیں اکے کلیاں اس گہستہ چین میں سر جوڑ جوڑ جیسے مل بیٹھتے ہیں اجباب
 بہار آئی ہو غنچے گل کے نکلے ہیں گلانی سو نہاں سبز جھوٹیں ہیں گلستاں میں شامی سو
 چلتے ہو تو چین کو چلیے سنتے ہیں کہ بہاراں ہو
 پات ہرے ہیں پھول کھلے ہیں کم کم باد و باراں ہو

میر

۱۱۰۔ بہار

بہار آئی نکھرے نہاں چین بدلنے لگے نخل رخت کہن
 وہ بوٹوں میں کھلے لگے چھوٹنے غنادل کے چمکے لگے چھوٹنے
 درختوں نے پہنا وہ ہانی لباس لب نہر سبزہ زمرہ اس اس
 نئی پتیاں وہ چمکنے لگیں وہ کھل کھل کے کلیاں ممکنے
 ریاحین سبز تازہ بہار وہ پھولی خواہر طرب عطر بار
 وہ شاخوں میں کوئی نکھو لگی درختوں کی صورت بدلنی لگی
 بنفشہ کہیں سنبل تر کہیں کہیں سوسن دگل بہار آفریں

جلول

گلستاں میں ہر سو شمیم بہار
حسینانِ نازک ادا لالہ رو
کھلے پھول بیلے کے وہ لاجواب
وہ پھولی چنبیلی کھلا مونگرا
چمن زیورِ گل سے زیبازگار
یہ فطرت کا ہی قدرتی انتظام
وہ پھولوں پہ اڑتی ہوئی تتلیاں
گہریں پھولوں پر شہد کی مکھیاں
بھری گود شاخوں کی اٹھارے
وہ گد رے پھل رنگ لانے لگے
وہ انگور وہ رس بھری لچیاں
تر و تازہ سرسبز ہے ہر شجر
وہ صحرا کی دیکھے کوئی اب بہار
وہ پھولا ہوا ڈھاک بھی ہر طرف
وہ سرخی میں سنبل کے گل بیعدیل
اڑی دوش بادِ سحر پر سوا
روش پر ٹہلتے ہیں ہمرنگ بو
وہ پھولے ہزار طرح کے گلاب
کھلی چاندنی باغ میں جا بجا
وہ نوخاستہ نور و نس بہار
کھلے پھول لاکھوں طرح کے تمام
دکھاتی ہیں قدرت کی صنایع
وہ چھتوں سے جھکنے لگیں ٹہنیاں
ٹپکنے لگا شہد اشجار سے
انار اپنا جو بن دکھانے لگے
لشکتی ہیں آموں میں وہ کیریاں
لدے ہیں درختوں میں فصلی ثمر
کہ پھولوں سے ہر شاخ ہی شعلہ زار
لگائے ہی اک آگ سی ہر طرف
دکھاتے ہیں لطفِ ریاضِ خلیل

جلدوں

وہ سرے کے پھولوں کی بوتلیزند
جسے سو نگتھے ہی کھلے ذہن کی
دکھاتے ہیں اس وقت کیا کیا بھین
چمکتی ہو چاندی کی جیسے کرن
کہ ہر سے یہ آئی ہو یا مجیب
مگر ہے کروندے کا گل قیصر
عجب مست خوشبو ہی پھولوں کی دُ
ہوئی جاتی ہو دل کی حالت تباہ
بہت دُور وہ جھاڑیاں ہیں مگر
ہو میں لپٹ آرہی ہے ادھر
کرن پھول اکو ہر لیے بے شام
دکھاتا ہی چاندی کے گھنگر و مدار
وہ سہج کے وہ سرخ گھونچی کے پھول
الٹا س اور مال گنگنی کے پھول
وہ صحرا کا ہر غل پھولا ہوا
نغم بادِ صرصر کو بھولا ہوا
ہو میں ہے نشوونما کا اثر
ہیں مستی پہ خوش طبع و بھر
نہیں ہوتا یہ زورِ مستی کبھی
کہ ہر شے پہ چھائی ہو اک بیخودی

میں اس شانِ قدرت پہ ہر دم نشا

دکھائی ہمیں جس نے کیا کیا بہا

بے نظیر

۱۱۱۔ بادِ مراد

جلد اول

چل اے بادِ بہاری سمتِ گلزار	تمنائی ہے تیرا ہر گل و خار
نہالِ نخل و سبزہ سب ہیں سنسنا	گیاہِ مردہ میں تو ڈال دے جان
نہیں گلشن میں پتے کا بھی کھڑکا	ذرا شاخیں ہلاطِ اُتر کو بھڑکا
لہک تیزی سے اے بادِ بہاری	کہ ہو جائے چمن پر وجد طاری
جو تو لہکے تو سبزہ لہلائے	چمن کا یل بوٹا سر ہلائے
پک جلائے کمنازکِ شجر کی	زمین پر جھک پڑے ڈالی شمر کی
ٹپک جائے جو ہو پتہ ہوا پھل	کہ شاخیں ہو رہی ہیں سخت جھل
سنا بادِ صبا کیا کیا خبر	قلمرو میں تری کل بحرِ برہ
ذرا کرد امنِ صحرا میں راحت	بہت کی تو نے دریا کی سیاحت
بس اب آرام کر لوگوں کے گھوٹ	رہی تادیر تو سیر و سفر میں
توے ہمراہ چلے آئے ہیں بہم	یہی ہیں کیا سفیرِ بحرِ عظیم

جلد اول

جلو میں ہو ترے اک فوجِ جبراً تو ہی ہوا بر کے لشکر کی سردار
اٹھایا ہے سمندر تو نے سر پر گھٹا کو لاد کر لائی کمر پر
تری تیزی سے ہیں دل چلتے
ترے جھوکوں سے ہیں قطعے ٹپکتے

چمن میں ابر ہو ٹھنڈی ہو اے، ہجوم طائرانِ خوشنوا ہے
کبھی جھوٹا نکل جاتا ہو سن ہے کبھی آہستہ رومو ج صبا ہے
غمبار و گرد سے چوٹ گئی تھی صبا نے غسل کا سماں کیا ہے
ہوانے کیا ہوا باندھی چمن میں کہ خوابانِ چمن کا سر کھلا ہے
چمن کا پتہ پتہ ہے نواسنج صبا کی آمد جب بجائے
گلوں کی ڈالیاں جھک جھک گئی ہیں زمیں پر سبزہ کیسا لوٹتا ہے
کھلی ہر ٹیکھڑی گھماے ترکی صبا نے کان میں کیا کمدیا ہے
بکھیری نسترن پر زلفِ سنبل صبا شوخی میں فتنہ ہے بلا ہے

ب
ف

گیاہ سبز کا طرہ پریشاں

صبا تیرے ہی چھیرے سے ہوا ہے

کر لے بادِ مراد آہنگ آفاق جہازِ ست روہی تیر شتاق

پھریرے کو اڑا کس بادِ بیاں کو کہ دیکھیں ساحل ہندوستان کو

خلیج و آبنا و بحیر و ساحل ترے دیکھے پڑے ہیں سب محل

مقامِ استوائے تقابہ بین تجھے خفیش نہیں دیتی کبھی چین

بہت کھوندے ہیں کوہِ دشت تو نے

کیا بحیرین کا گلگشت تو نے

تو ہی ہوائے نسیم صبح گاہی مثالِ رحمتِ عامِ الہی

جہاں میں ہیں تمہے الطافِ حاوی غریبوں اور امیروں پر مساوی

کبھی بنتی ہے ایسی تندِ پُر زو معاذ اللہ معاذ اللہ ترانہ زو

اگر تو خشکیاں لے تند خو ہو تہ و بالا جہازِ جنگجو ہو

کبھی دریا میں لیجائے بہا کبھی ساحل پہ دے ٹپکے اٹھا

جلد اول

اُڑاتی ہے اسے تو راہ بے رُ
جہاز آگے ترے مثل پرکا
معاذ اللہ ترا طوفان غضبے
تری تیزی نشانِ تہرے
اُجاڑا تو نے گلزارِ وحشن کو
ہلا ڈالا ہے جنگل اور بن کو
یہ چھیڑنے میں کیسا راگ تنے
نیستاں میں لگا دی آگ تنے
تری رفتار ہے بیباک کیسی
اُڑاتی ہے زمین کی خاک کیسی
یگل کترے ہیں تو نے بے پل
کیا اک دم زدن میں شمع کو گل
کبھی گرمی سے گرا گرم ہے تو
چڑھتی ہو تو پانی کو چپ چاپ
نظر آتا نہیں جب بن گیا بھاپ
جو بادِ چور تو ایسی نہ ہوتی
نہ پاتے صبح کو شبنم کے موتی
خوشامد تیری خصلت نہیں ہے
تری تیزی برابر ہر کہیں ہے
اُجاڑا اگر کسی مفلس کھپتہ پر
اکھاڑا خیمہ و خمر گاہِ شکر
نہ درگزرے غریبوں کے مکاں
نہ جھکے طرہ تاج شہاں
نہیں کچھ تجھ کو خوفِ شانِ سلطان
اُڑایا پردہ ایوانِ سلطان

کسی کا سترہ طرہ چھڑا کسی کا برقع زرتار چھڑا

جلدوں

غرض و کسب تیری ہر ادب ہے

تیری شوخی و چالاکی بجائے

اسمعیل



مناظر قدرت

جلد اول
ضمیمہ

شعر اور ان کا کلام

استدعا:- ذیل میں شعرا کے متعلق جو جو حالات دریافت طلب ہیں اگر کوئی صاحب ان سے مطلع فرمائیں گے تو باعث شکر گزاری ہوگا۔

۱۔ آتش: خواجہ حیدر علی صاحب مرحوم
ولادت ۱۷۶۷ء وطن لکھنؤ وفات ۱۸۴۲ء مدفن لکھنؤ
صفحہ ۱۴۴ (۱۰۶) جوش بہار

۲۔ انزاد: مولوی محمد حسین صاحب مرحوم
ولادت ۱۸۳۳ء وطن دلی وفات ۱۹۱۱ء مدفن لاہور

صفحہ

۲۲	خوشا وقت شام
۲۸	شام کی آمد اور رات کی کیفیت
۶۶	شب گریا
۸۸	ابر کرم
۱۰۶	شب ابر
۱۲۱	شب سرا
۱۲۶	کھرا
۱۳۲	موسم خزاں

۳۔ اسماعیل: مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم
ولادت ۱۸۴۲ء وطن میرٹھ وفات ۱۹۱۷ء مدفن میرٹھ

۱۲	نسیم سحر
۱۴	صبح کی آمد
۲۶	شفق
۲۶	شام کا جھٹ پٹا
۳۵	رات
۳۶	خواب راحت

صفحہ ۳۹	(۲۳) آسمان اور ستارے
جلد ۴۱	(۲۴) تاروں بھری رات
۶۱	(۳۹) گرمی کا موسم
۸۳	(۵۵) برسات
۱۱۵	(۸۴) خشک سالی
۱۵۲	(۱۱۱) باد مراد

۴۔ اکبر: سید اکبر حسین صاحب مرحوم

ولادت ۱۸۴۶ء وطن الہ آباد وفات ۱۹۲۱ء مدفن الہ آباد

(۶) خازن چین ۱۰

۵۔ امیر: منشی امیر احمد صاحب مرحوم

ولادت ۱۸۴۲ء وطن لکھنؤ وفات ۱۹۱۸ء مدفن حیدر آباد

(۵۹) فضائے برنگال ۸۶

۶۔ اشتا: انشا اللہ خاں صاحب مرحوم

ولادت وطن دلی وفات ۱۹۳۳ء مدفن لکھنؤ

(۶۰) ابر کی آمد ۸۶

(۱۰۲) جلوسِ بہار ۱۴۱

صفحہ
۱۴۵

غیمہ
ظہر

(۱۰۵) کیفیت بہار - - - - -
۷۔ انیس: میر بر علی صاحب مرحوم
ولادت ۱۲۱۶ھ وطن فیض آباد وفات ۱۲۹۱ھ مدفن لکھنؤ

- (۱) نور ظہور کا وقت - - - - - ۱
(۳) نمود صبح - - - - - ۴
(۴) ظہور صبح - - - - - ۶
(۴۲) گرمی کی شدت - - - - - ۶۴

۸۔ اوج گیاوی: محمد یعقوب صاحب
ولادت ۱۸۸۳ھ وطن گیا بہار وفات ۱۹۱۸ھ مدفن گیا

- (۱۰) نیم سحر - - - - - ۱۳
(۲۵) چاندنی - - - - - ۴۳
(۷۰) برسات - - - - - ۹۶
(۱۰۳) صبح بہار - - - - - ۱۴۲

۹۔ بلنظیر: سید محمد بنظیر شاہ صاحب وارثی
ولادت ۱۲۵۳ھ وطن کڑا مانپور ضلع الہ آباد وفات ۱۹۳۲ھ مدفن حیدر آباد
(۱۶) طلوع آفتاب - - - - - ۲۱

غنیمة
جلد

صفحہ								
۱۰۹	(۸۰) سوزِ فرقت اور شبِ ابر
۱۱۶	(۸۵) اوائلِ سرما
۱۲۳	(۸۸) موسمِ سرما
۱۲۶	(۹۲) دوپہرِ سرما
۱۲۸	(۹۳) سپہرِ سرما
۱۳۱	(۹۵) فصلِ سرما
۱۴۶	(۱۰۸) بہار
۱۴۹	(۱۱۰) بہار

۱۰۔ جلال: قاضی جلال الدین صاحب

ولادت وطن مراد آباد

۸۴ - - - - - (۵۶) برسات

۱۱۔ جوش: شبیر حسن خاں صاحب رئیس ملیج آباد

۶ - - - - - (۵) جلوة سحر

۱۲۔ جمید یال صاحب سکسینہ

۴۴ - - - - - (۲۶) چانی رات

۱۳۔ حالی: خواجہ الطاف حسین صاحب مرحوم

ولادت ۱۸۳۶ء وفات ۱۹۱۲ء وطن مدفن پانی پت

صفحہ ۷۱
ضمیمہ

جلد

110

۴۱۔ حامد: حامد حسین صاحب قادری

ولادت وطن بچپڑاؤں

92

۱۵- حضرت شروانی: نواب صدر الصدق مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی

ولادت وطن علی گڑھ

94

۱۶۔ حضرت موهانی: سید فضل الحسن صاحب

ولادت ۱۸۶۵ء وطن موہان

114

۱۶۔ ذاکر:

11

۱۸۔ سحر: منشی اقبال بہادر ورمہ صاحب

95

ضمیمہ ۱۹- سرور جہان آبادی: منشی درگاہائے صاحب انجمنانی صفحہ

جلد ۱ ولادت ۱۸۷۷ء وطن ضلع پٹی بھیت وفات ۱۹۱۰ء

۲۰- سودا: مرزا محمد رفیع صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۵۵ھ وطن دلی وفات ۱۱۹۵ھ مدفون لکھنؤ

(۴۰) گرمی کی شکایت - " " " " ۴۲

(۸۶) شدت سرما - " " " " ۱۱۶

(۱۰۷) موسم بہار - " " " " ۱۲۶

۲۱- سید عابد احسین صاحب

(۳۸) صبح کی چل پل - " " " " ۶۰

۲۲- شری: منشی کنڈن لال صاحب

ولادت وطن سہارنپور

(۶۳) لطف پرشگال - " " " " ۹۰

۲۳- شوق قدوائی: مولوی احمد علی صاحب

ولادت ۱۸۵۳ء وطن ضلع بارہ بنکی

(۱۱) لطفِ سحر - " " " " ۱۳۷

(۷۷) یاد دل کا پھٹنا - " " " " ۱۰۵

صفحہ ضمیمہ

جلد

۱۰۶

۱۲۵

(۷۸) برسات کی شام

(۹۹) آمد بہار

۲۴ - صادق: صادق علی خاں صاحب

(۱۰۱) عروس بہار ۱۳۹

۲۵ - طوی: غلام محمد صاحب

(۶۸) برسات ۹۵

۲۶ - ظفر علی خاں صاحب

(۵۷) بارش ۸۵

۲۷ - عاشق: سید احمد صاحب

(۴۳) گرما ۶۵

(۷۳) برسات کی بہار ۱۰۰

۲۸ - عدیل کنٹوری: مولوی محمد عسکری صاحب

(۵۴) برکھارت ۸۲

۲۹ - عزیز: عزیز الرحمن صاحب بگرا می

(۲۶) لطف شب ۴۶

۳۰ - غالب: مرزا اسد اللہ خاں صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۹۶ء وفات ۱۸۶۹ء وطن مدفن دلی

صفحہ
۲۰

ضمیمہ
جلد

(۱۵) طلوع آفتاب

(۹۸) آمد بہار ۱۳۲

۳۱- فقیر: میر شمس الدین صاحب دہلوی

(۷۲) برسات ۹۹

۳۲- فلک منشی لال چند صاحب

(۱۳۲) ترانہ بیداری ۱۷

۳۳- مبارک: مرزا مبارک بیگ صاحب

(۱۰۴) لطف بہار ۱۲۳

۳۴- محروم: منشی تلوک چند صاحب

ولادت ۱۸۸۷ء وطن عیسی خیل (پنجاب)

(۱۲۲) ترانہ بیداری ۱۸

۳۵- محسن کاکوروی: مولوی محمد محسن صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۲۲ء وطن کاکوروی وفات ۱۹۲۵ء مدفن مین پوری

(۶) عبادت صبح ۹

۳۶- میر: میر محمد تقی صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۲۵ء وطن اکبر آباد وفات ۱۲۲۵ء مدفن لکھنؤ

(۶۶) برسات - - - - - صفحہ ۹۴

(۷۵) کثرتِ بارش - - - - - جلد ۱۰۲

(۹۰) گہرا - - - - - ۱۲۶

(۱۰۹) بہار - - - - - ۱۴۸

۳۷- نسیم لکھنوی: پنڈت دیاندر صاحب آجھانی
ولادت وطن لکھنؤ وفات ۱۹۶۷ء

(۱۰۰) آمد بہار - - - - - ۱۳۸

۳۸- نشاط: میر حمید حسین صاحب
ولادت وطن امر وہ

(۲۹) نمودایر - - - - - ۷۲

۳۹- نظیر: شیخ ولی محمد صاحب مرحوم
ولادت- وطن دلی وفات ۱۳۳۷ء مدفن اکبر آباد

(۸۲) برسات کے عیش و رنج - - - - - ۱۱۲

(۹۴) جاڑے کی بہار - - - - - ۱۲۹

(۹۷) آفتِ خزاں - - - - - ۱۳۳

صفحہ

ضمیمہ ۴۰ - نفیس :

جلد ۱ (۲۲) صبح کا سماں - - - - - ۳

۴۱ - نھال عظیم آبادی

(۶۵) برسات - - - - - ۹۲

۴۲ - وجاہت : سید وجاہت حسین صاحب

ولادت وطن جھنجھانہ

(۸۹) چاڑے کی بارش - - - - - ۱۲۵

۴۳ - ہادی : سید محمد ہادی صاحب بی - لے

ولادت ۱۸۵۷ء وطن مچلی شہر

(۴۱) گرمی کا موسم - - - - - ۴۳

(۴۶) آنڈھی - - - - - ۴۹

(۶۲) برق و باران - - - - - ۹۱

(۷۴) خوش بارش - - - - - ۱۰۱

۴۴ - عجم

(۶۲) برسات - - - - - ۹۰

سلسلہ دعوتِ صف

اَسْرَاق

مؤلف

محمد الیاس ربی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) حیدرآباد دکن

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، ارشادات صدیقین و اکابر دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
ان سب کا نہایت جامع اور مربوط انتخاب اور ان کے مقابل پورے جدید سائنس و فلسفہ کی
انتہائی تحقیقات کا لب لباب خود بخود اسلام کی صداقت اظہار من الشمس ہو جاتی ہے۔

جدید سائنس و فلسفہ کا اقرار نامرسانی اور احساس ایمان بالغیب۔ اسلام میں علم باطن نبوی
اور اس کے مقامات، احادیث کی نفی اور عبودیت کی نزاکت، نبوت اور ولایت کے مراتب کشف کرانا
کی ماہیت اور دیگر معارف متعلقہ ایک ہی نظر میں اسلام کی روحانی تعلیم کا عجب نظم دل نشین ہوتا ہے
اور کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ
لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ

جن علوم کو اللہ جل شانہ صدق اور جن کے عالموں کو صادقین و صدیقین سے تعبیر ہوتا
ہے اور جو اسلامی ادب میں بالعموم تصوف اور صوفی کہلاتے ہیں ان کی تحقیق اور تصدیق میں
بعض لحاظ سے یہ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہو قابل دید مجسم تقریباً ۴۰۰ صفحہ جلد پاکیزہ قیمت صرف
تین روپیہ (سے) حلا وہ محصول۔

اصلاح و ترقی کے واسطے از حد ضروری ہر کافی تحقیق اور تنقید کے بعد بہت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں یہ بھی اردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہو۔ علم المعیشت میں معاشیات کے جو اصول و مسائل بیان ہوئے ہیں اس کتاب کے ذریعہ سے ان کا ہندوستان میں عمل درآمد دکھایا گیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں جامعہ عثمانیہ کی بی اے کلاس کے نصاب میں داخل ہیں ضخامت تخمیناً ۹۰ صفحہ خوشنما جلد۔ منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہو رہی ہے۔

(۳) مالیات - پبلک فنانس (Public finance) پر اردو زبان میں سب سے پہلی مستند اور جامع کتاب ہو مذہب اور ترقی یافتہ سلطنتوں کے ہاں آمدنی کے کیا ذرائع اور خرچ کی کیا کیا مدیں ہیں اور محاصل و مصارف کا انتظام کس نہج پر قائم ہو۔ سلطنتوں کی مالی ترقی اور مرفہ الحالی کے کیا اسباب ہیں اور ان کا کیوں کر عمل درآمد ہوتا ہے یہ تمام دقیق اور اہم مباحث نہایت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں پیش کئے ہیں۔ ہندوستان کے قومی رہبروں اور رئیسوں کو اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید بلکہ از حد ضروری ہے۔ ضخامت تخمیناً ۹۰ صفحہ خوشنما جلد (زیر تالیف)

(۴) مقدمات المعاشیات - مورلینڈ صاحب کی انگریزی کتاب انٹروکشن ٹو انکناکس (Introduction to Economics) کا سلیس

اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں معاشیات کے ابتدائی اصول و مسائل بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہو۔ ضخامت تقریباً ۵۰ صفحہ۔ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

(۵) معاشیات ہند۔ مسٹر پرتھ ناتھ بھرجی کی انگریزی کتاب انڈین اکنامکس (Indian Economics) کا سلیس اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر ہندوستان کے معاشی حالات بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب جامعہ عثمانیہ کی ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہو۔ ضخامت تقریباً ۴۰ صفحہ۔ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

(۶) برطانوی حکومت ہند۔ انڈرسن صاحب کی انگریزی کتاب برٹش انڈسٹریشن ان انڈیا (British Administration in India) کا سلیس اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر حکومت ہند کا طریق بیان کیا گیا ہے یہ کتاب بھی جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہو۔ ضخامت تقریباً ۵۰ صفحہ۔ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

ملک کا پتلا محمد مقتدی خاں شہرانی علی گڑھ

Professor Elyas Burny's Other Urdu Works

1. **Ilmul-Maeeshat**—On Principles of Economics—over 800 pp.
2. **Maeeshat-ul-Hind**—On Indian Economics—about 800 pp. (in press)
3. **Malyat**—On Public Finance—about 500 pp. (under preparation)
4. **Mukaddamat-ul-Maashiyat**—Translation Moreland's Introduction to Economics.
5. **Hindustani Maashiyat**—Translation of Banerjee's Indian Economics.
6. **Bartanvi Hukoomat-i-Hind**— Translation of Anderson's British Administration in India.
7. **Asrar-e-Haq**—On Spiritualism in Islam—400 pp.

Volume III ... Collection of poems describing the objects of Nature, such as Fruits and Flowers, Worms and Insects, Bees and Butterflies, favourite Birds and Quadrapeds.

Volume IV ... Collection of poems describing the various important and interesting phases of Indian life, such as popular Customs and Ceremonies, Functions and Festivals, Games and Sports, Fashions and Etiquettes, and various shades of Domestic life. Also the ancient mode of Warfare.

It will be seen that the Series, in its variety and scope, is really a panorama of Indian life and culture, depicting genuine feelings and emotions, discussing communal problems, as well as social and moral notions, describing every day life and its relation to the objects and events of Nature. This will enable the reader to survey the extent and gauge the depth of Urdu Poetry.

MOHAMED ELYAS BURNY,

OSMANIA UNIVERSITY, HYDERABAD (DECCAN).

December, 1924.

Volume II ... Selections from the works of the eminent poet, Mirza Ghalib, his noteworthy contemporaries, Zauq and Zafar and his true follower Hasrat Mauhani.

Volume III... Selections from the works of some thirty old notable poets.

Volume IV... Selections from the works of some sixty modern popular poets.

Set III

MANAZIR-E-QUDRAT (The Scenes and Sights of Nature).

Volume I ... Collection of poems reflecting the various manifestations of Time, such as Dawn, Sunrise, Sunshine, Sunset, Night, Moonlight, Rainy-season, Winter, Summer and Spring.

Volume II ... Collection of poems reflecting the scenes and sights of Space, Such as Earth and Sky, Plains and Mountains, Rivers and Forests, Fields and Gardens, Cities and famous Buildings.

their final cast in 1924, and it is possible that some additional Volumes may still follow in the future.

The Series is divided into three Sets, and covers twelve volumes as follows :—

Set I.

MAARIF-E-MILLAT (Problems of Community)

Volume I ... Collection of poems in praise of God and the Prophet and others imbued with the spirit of religious devotion : A Prayer Book.

Volume II ... Collection of poems depicting the past, present and future of Islam and the Musalmans. The tragedy of Karbala, as told here, is extremely impressive.

Volume III... Collection of poems dealing with the various phases and prospects of Nationalism in India.

Volume IV... Collection of poems dealing with the various problems of Ethics and Morals.

Set II

JAZBAT-E-FITRAT (Natural Feelings and Emotions).

Volume I ... Selections from the works of the two old and premier poets Mir and Sauda.

SELECTED URDU POEMS SERIES

This is, perhaps, the first attempt in Urdu alone, to edit a comprehensive anthology on the advanced system of the comparative study of cognate poems. The Collection already includes more than twelve hundred poems selected from the works of nearly two hundred poets—old and new—bearing upon a large variety of important and interesting subjects and arranged according to the affinity of their subject-matter. The Series thus offers, in a convenient form what may be called the cream of Urdu Poetry, while by the special arrangement of the pieces selected it provides ample scope for the growth and development of critical instinct which is the soul of higher literary education. It is hoped that the Series will satisfy not only the long felt want of a popular anthology for the Urdu reading public, but will also meet the demand for systematic Urdu Poetry-Books in Schools and Colleges all over the country.

The Series was started in 1919 when the first three Volumes of the Ma'arif, Manazir, and Jazbat were published, and received such an active support, far and near, that it rapidly extended to no less than twelve Volumes within the next four years. A Revised and Enlarged edition of these Volumes has been published in

Manazir-e-Qudrat

VOL I

Selected Urdu Poems Series

M a n a z i r-e-Q u d r a t

Edited by

MOHAMED ELYAS BURNY

M. A., LL. B. (ALIG.)

O s m a n i a U n i v e r s i t y

Hyderabad (Deccan)

VOL. I

3rd Edition { ALL RIGHTS RESERVED } Price Re 1